المؤسس حجۃ الکاملین امام الواصلین امیر ملت حضرت مولانا
الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

March
April 1962

ماہنامہ

انوار الصوفیہ

قصور

مدیر اعلیٰ
غلام رسول گوہر

مقام اشاعت: کوٹ عثمان خاں قصور ضلع لاہور

رحمۃ اللہ علیہ
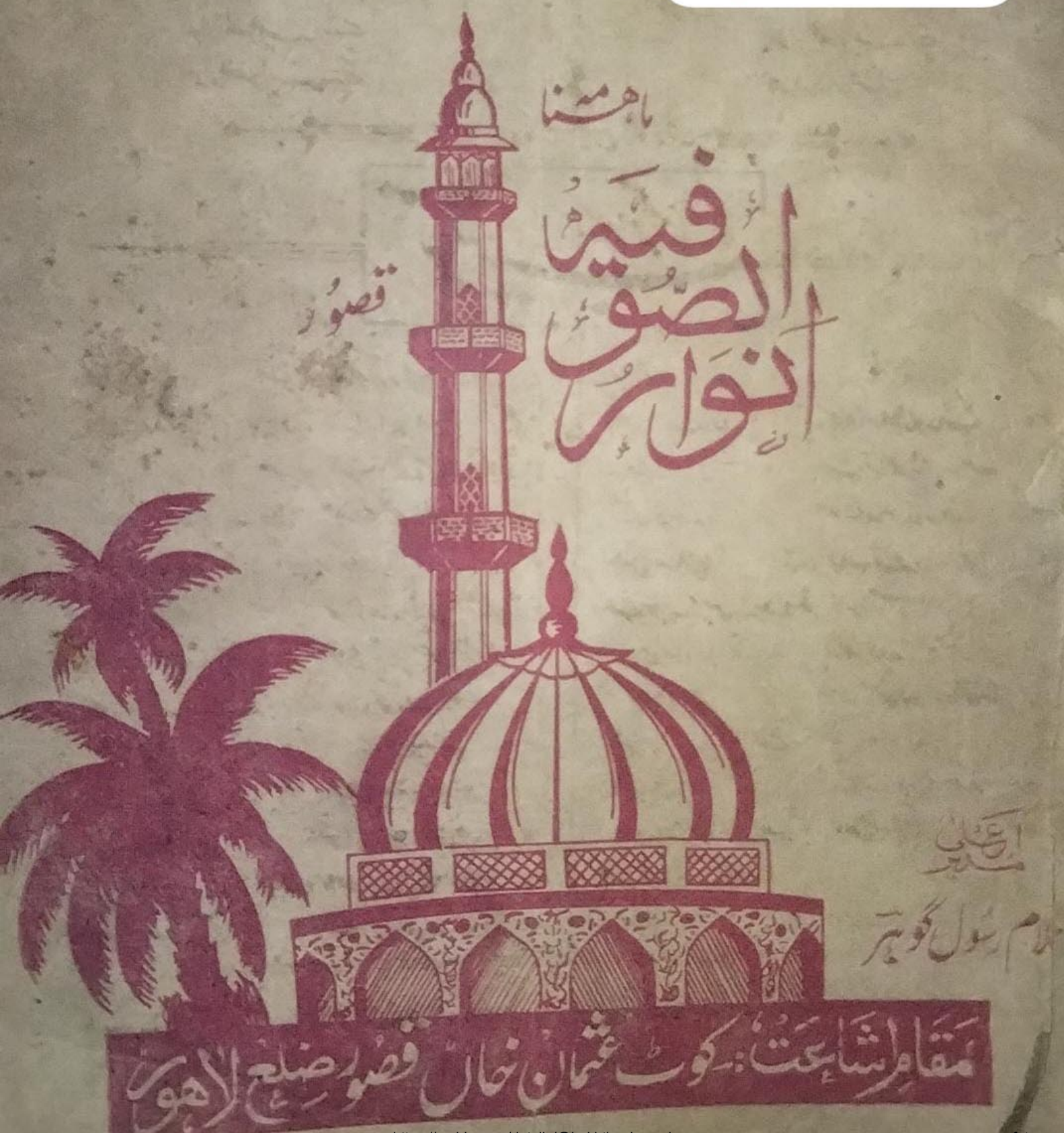
انوار الصوفیہ رسالہ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام ۱۹۰۴ کو شروع کروایا تھا رسالہ انوار الصوفیہ کی ۴۲ جلدیں مہیا کرنے پر جناب محمد محمود صاحب کا مشکور ہوں اور ان رسائل کا سکین کا تمام کام شیخ معزالدین فاؤنڈیشن کے بانی جناب پروفیسر محمد عاطف صاحب نے کروایا ہے، (بختیار حسین جماعتی) رسائل کی لسٹ درج ذیل ہے
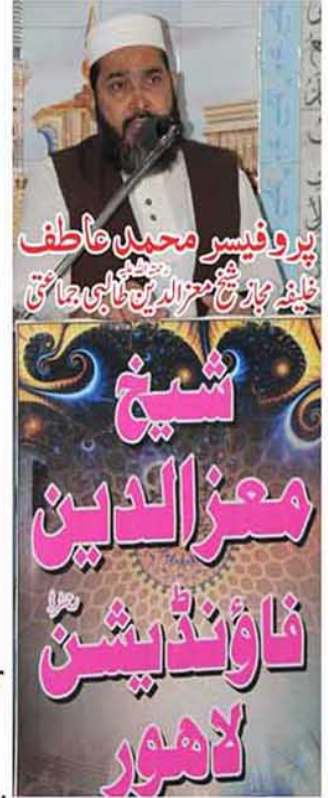
1	1950 February	15	1965 March	29	1973 October
2	1950 March	16	1966 September	30	1973 November
3	1959 May June	17	1966 October	31	1974 February
4	1959 Sept October	18	1966 November	32	1974 April
5	1961 March	19	1967 October	33	1974 May June
6	1961 September	20	1968 October Nov	34	1974 July
7	1961 October Nov	21	1971 Agust	35	1974 May June
8	1962 April	22	1971 December 1972 Jan	36	1975 Agust
9	1962 January	23	1971 May	37	1975 July
10	1962 November	24	1971 July	38	1975 May
11	1962 December	25	1971 Semptember	39	1975 September
12	1963 March	26	1972 April	40	1976 Nov Dec
13	1964 May JUne	27	1973 January	41	1976 Sep Oct
14	1964 JUNE	28	1973 September	42	1977 March April

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بفیضِ روحانی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سراج الملت والدین مولانا الحاج حافظ علامہ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب رضی اللہ عنہ

بسر پرستی زبدۃ العارفین شمس الملت عالیجناب مولانا الحاج حافظ پیر سید نور حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم علی پوری

بظلِ عاطفت زبدۃ العارفین معین الملت مولانا الحاج حافظ پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی علی پوری

انجمن خدام الصوفیہ کا دینی، مذہبی، شریعت و طریقت کا علمبردار، صوفیائے کرام کی جان، اور علمائے اُمت کا

مرغوبِ قلب رسالہ

ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور

جلد ۲ جدید ۵۲ قدیم | اپریل ۱۹۶۲ء ــــ ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ | شمارہ ۸

مدیر معاون
مولانا عبد العزیز مرتضائی قصوری

فی کاپی
پچاس پیسے

نگرانِ اعلیٰ
منبع رشد و ہدایت مولانا الحاج علامہ پیر سید
احمد حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی

زرِ سالانہ

پاکستان و بھارت سے پانچ روپے
معاونین کرام سے بیس روپے
سرپرست حضرات سے تیس روپے

آپکی اطلاع کیلئے

جن کی چٹ پر سرخ نشان ہو وہ سمجھ لیں کہ اس ماہ پر ہمارا چندہ ختم ہوگیا ہے وہ آئندہ سال کے لئے مبلغ ۵ روپے بذریعہ منی آرڈر فوراً ارسال کریں۔ انتظار کے بعد اگلے ماہ کا رسالہ ان کے نام بھیجا جائے گا۔

مقامِ اشاعت **قصور، کوٹ عثمان خاں** مغربی پاکستان

(غلام رسول گوہر ایڈیٹر پرنٹر اینڈ پبلشر نے لاہور آرٹ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور سے شائع کیا)

دعائے صحت

رالجۂ وقت قبلہ بوجی صاحب طویل عرصہ سے بیمار ہیں۔ آپ کے لئے تمام اوقات بدرگاہ شافی الامراض خلوص قلب سے دعا کرتے رہیں۔ ارکان ادارہ انوار الصوفیہ قبلہ بوجی صاحب کی صحت کے لئے دست بدعا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کلی اور عاجلہ عطا فرمائے۔

نتیجۂ فکر
عالیجناب سید میر احمد شاہ صاحب ایڈووکیٹ
کیمبل پور

بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

زمین و آسماں بینم مکان و لامکاں بینم
بہر جائے کہ مے بینم ترا ورج رواں بینم

مہ و انجم قطار اندر فلک در انتظار اندر
زماں در شوق پابوسی خراماں شادماں بینم

چہ مطلوبی چہ مقصودی چہ دلداری چہ محبوبی
چہ دیدارے کہ تنہا قاب قوسین درمیاں بینم

چہ محبوبے چہ مشتاقے چہ ذوقے را نگاہ بینند
چہ شوقِ عرشیاں بینم چہ اسرارِ نہاں بینم

ز دعوت یا رسول اللہ مہر د بر دیں منور شد
چہ ابر خود یکے نازم چو من آں آستاں بینم

تُحِبُّونَ اللّٰہَ یُحْبِبْکُمُ وَ یَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوبَکُم
بہر روزے رسالت را شہادت در اذاں بینم

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَ اللّٰہ رسولاں برلب آوردند
جنت حوریاں خورسند و خوش کمر و بیاں بینم

فقیرے راہ قریشے را کہ مشتاق حضوری شد
مشرف کن کہ در دے ناصبوری را عیاں بینم

حسبِ سابق ماہنامہ انوار الصوفیہ کا دفتر عرس مبارک کے موقعہ پر مولانا الحاج پیر سید اختر حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم کے کمرہ میں ہوگا؛ ضرورت مند اصحاب تشریف لائیں

شاعر انوار الصوفیہ حضرت
صابر براری ؔ

نورِ عرفاں

جلوہ ہے جو درخشاں انوارِ صوفیہ میں
ہے عکس شاہِ خوباں انوارِ صوفیہ میں

ہے کیف دین و ایماں انوارِ صوفیہ میں
ملتا ہے نورِ عرفاں انوارِ صوفیہ میں

چمکا رہا ہے بیشک ہر گوشۂ جہاں کو
روشن ہے بدرِ تاباں' انوارِ صوفیہ میں

نورِ محمدی کی ہے روشنی یہاں پر
وہ ہے سراجِ ایماں؛ انوارِ صوفیہ میں

تعریف کبریا کی توصیف مصطفٰے کی
پڑھتا ہے ہر مسلماں' انوارِ صوفیہ میں

کچھ تذکرات مذہب کچھ حال اہلِ حق کا
گویا ہے دین و ایماں' انوارِ صوفیہ میں

پڑھتے ہیں صدقِ دل سے سنتے ہیں گوشِ دل سے
مضمونِ درسِ قرآں' انوارِ صوفیہ میں

نکہت سے کیوں نہ مہکیں مومن کے دین و ایماں
جنت ہے گلبدا ماں' انوارِ صوفیہ میں

ہو یہ سعی مبارک تم کو عزیز و گوہر
کی شمع دیں فروزاں' انوارِ صوفیہ میں

صابر نے اس میں دیکھا عکسِ امیرِ ملت
اسرارِ حق ہیں پنہاں' انوارِ صوفیہ میں

حضرت تابش صاحب شجاع آبادی، ملتان

نغمۂ توحید

مری زباں پہ رہا لا الٰہ الا اللہ
یہی تھی دل کی صدا لا الٰہ الا اللہ

ہر ایک ذرّۂ کون و مکاں ہے محوِ ثنا
صدائے ارض و سما لا الٰہ الا اللہ

جو محوِ شکر و ثنا ہو زباں تو کیوں نہ بنے
اساسِ مہر و وفا لا الٰہ الا اللہ

مری نظر سے مٹا نقشِ ماسوا بالکل
کہ دل ہے نغمہ سرا لا الٰہ الا اللہ

پناہ دی نہ کسی نے مجھے حوادث سے
کنارِ امن بنا لا الٰہ الا اللہ

اسی میں زندگی و موت ہے نہاں میری
فنا کو دے گا بقا لا الٰہ الا اللہ

شبِ فراق کی تاریکیوں سے خوف نہ کر
کہ ہے کمالِ ضیا لا الٰہ الا اللہ

کروں میں اس کو فراموش، ہو نہیں سکتا
سکونِ دل ہے مرا لا الٰہ الا اللہ

وہ کیوں مصائبِ دوراں سے ہو شکستہ دل
پڑھے جو صبح و مسا لا الٰہ الا اللہ

کھلیں گے مجھ پہ بھلا کیوں نہ بابِ آسائش
ہوا ہے عقدہ کشا لا الٰہ الا اللہ

مدد نہ کی مری تابش کسی نے اس کے سوا
مرا معین رہا لا الٰہ الا اللہ

حضرت کلیم جماعتی مجددی ادیب فاضل

نقوشِ مبین

تذکرہ امیرِ ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک ورق!

اذکرونی اذکرکم

اعلیٰ حضرت امیر ملت کی پاکیزہ حیات قرآن و سنت کی عملی تفسیر تھی۔ آپ کے تمام اعمال و اقوال کا مرکز قرآن و سنت تھا چنانچہ آپ نے زیب عنوان ارشاد باری تعالیٰ پر ہر حال میں عمل فرمایا اور اپنے تمام متوسلین کو عمل کرنے کی تاکید شدید فرمائی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے:۔

" دست بکار دل بیار رہنا چاہیے "

اس کی توضیح کے لئے یہ مثال بیان فرمایا کرتے کہ ایک جولاہا نے کسی جولاہے سے رچھ (کرگھا) مستعار لیا اور اسے استعمال نہ کیا۔ وقت مقررہ گزرنے کے بعد اس سے رچھ واپس لینے کے لئے جولاہا آ گیا۔ اب اسے رچھ مجبوراً دینا پڑا کام جو اسے کرنا تھا وہ دھرا رہ گیا۔ مطلب یہ کہ زندگی انسان کو خدا کے ذکر کے لئے مستعار دی گئی ہے اگر اس نے اس سے کام لیا تو وہ افسوس اور ندامت سے بچ جائے گا۔ ورنہ اس جولاہے کی طرح کف حسرت ملے گا۔

آپ نے اس مثال پر اس شدت سے عمل فرمایا کہ زندگی کا کوئی لمحہ اس سے خالی نہ تھا۔ آپ کا حال دراصل یوں تھا ؎

از دست و زبان کہ بر آید
کز عہدہ شکرش بدر آید

اس حقیقت کی نقاب کشائی ایک موقع پر ہوئی جو واقعی ایک آزمائش کا وقت تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ حج کے مبارک سفر میں ایک دخانی جہاز پر سوار تھے۔ سمندر میں طوفان آ گیا۔ مسافر پریشان ہو گئے اور ایک کہرام سا مچ گیا دعا و مناجات و تکبیرات کے غلغلے فلک تک پہنچنے لگے۔

غرض ایک کرب و اضطراب تھا جو تمام مسافروں پر مسلط ہو گیا تھا۔ لیکن آپ بکمال اطمینان و سکون اپنے حال میں رہے۔ ایسے میں چند مسافروں نے آپکو دیکھا کہ آپ میں کوئی غیر معمولی احساس پیدا ہوا۔ نہ آپ نے ان کی ہمنوائی کی اس بناء پر آپکے متعلق جہاز میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں کسی نے کچھ کہا۔ کسی نے کچھ۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں ہوتی رہیں، چند ایک نے آپ سے آ کر دریافت کیا کہ آپ شکل و لباس سے تو بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ کیا آپ کو ایسے وقت میں بھی خدا یاد آیا؟

آپ نے فرمایا:۔

" میں کسی وقت بھی اس کی یاد سے غافل نہیں ہوا اب یہ ایسا وقت ہے کہ وہ مجھے یاد کرے۔ آپ کا برجستہ جواب سن کر ان سب کو ندامت ہوئی۔ اس واقعہ کو جناب چوہدری محمد اکبر صاحب المتخلص بہ اکبر لاہوری ڈویلپمنٹ آفیسر سیالکوٹ نے بہت عمدہ پیرایہ میں نظم فرمایا۔ انشاء اللہ آئندہ کسی اشاعت میں نظم مذکور ہدیۂ ناظرین کی جائے گی۔

سوال :-

مرحومین کے لئے خیرات اسقاط کا مطابق اہل السنت والجماعت صحیح طریقہ از راہِ کرم ہدایت فرمائیں۔

سائل

(غلام فرید الدین نقشبندی جماعتی)

از کراچی

جواب :-

جملہ حسنات وخیرات کا ثواب اموات کو پہنچانا جائز ہے۔ خواہ از قسم نماز ہو یا قرآن پاک کی تلاوت یا اطعام طعام یا نقد صدقہ خیرات ہو۔ جملہ اہلِ سُنت وجماعت کا یہی مذہب اور مسلک ہے۔ جو کتاب وسُنت کے ساتھ مؤید ومثبت ہے۔ اسقاط کا طریق یہ ہے کہ میت کی نمازوں اور روزوں کی صحیح تعداد جو اس کے ذمہ واجب الادا تھے مگر اس نے ادا نہیں کئے معلوم کرکے ہر نماز اور ہر روزے کے بدلے سوا دو سیر گیہوں اس کی طرف سے اس کا ولی فقراء ومساکین پر اگر اس نے وصیت کی ہے تو اس کے تہائی مال سے ورنہ اپنے پاس سے تبرع اور احسان کے طور پر صدقہ کرے۔ اگر نمازیں اور روزے اسی قدر ہیں کہ اس کا ولی اس کے ثلث مال سے اور نہ خود اپنے پاس سے یہ فدیہ ادا کر سکتا ہے۔ تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ باندازہ حسب استطاعت ایک قرآن شریف خرید کر کسی فقیر کو دے اور وہ اپنی طرف سے دوسرے کو، اور پھر وہ تیسرے کو دے یہاں تک کہ اس کے فدیہ کی قیمت پوری ہو جائے۔ جب ایک فقیر دوسرے کو قرآن صدقہ کرے گا تو اس کی کل قسم سے قرآن کی قیمت کے اندازے سے رقم کم ہو جائے گی۔ علیٰ ھذا القیاس کم ہوتے ہوتے ساری پوری ہو جائیگی۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال ۱ : گیارھویں شریف کا مقرر کرنا اور اس نسبت سے ختم دلانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال ۲ : بارہ برس کے بعد مائی کا بیڑا ڈوبا ہوا ترایا گیا۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب ۱ :- گیارھویں شریف حضرت غوث پاک شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی روح پاک کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے جو ختم دلایا جاتا ہے اس کا نام ہے۔ مذہب اہلِ سُنت وجماعت میں ایصالِ ثواب حسنات وخیرات سے کرنا جائز بلکہ مستحب ہے گیارھویں تاریخ کا تعین ہمارے نزدیک واجب نہیں اگر اس دن ختم شریف نہ بھی دلایا جائے تو بھی جائز ہے۔ اس دن کا تعین از روئے استحباب کے اس لئے ہے کہ حضرت غوث پاک کا وصال بعض سوانح نگاروں کے قول کے مطابق ربیع الثانی کی گیارھویں تاریخ کو ہوا تھا۔ شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ماثبت بالسنت میں لکھا ہے کہ کسی بزرگ کے یوم وصال میں ایصالِ ثواب کرنا بہتر ہے اس لئے کہ اس روز اس کی روح زیادہ متوجہ ہوتی ہے زیادہ تفصیل کے لئے ہماری کتاب حقیقت گیارھویں میں ہے۔ جس کا پہلا اڈیشن ختم ہو گیا ہے اور دوسرا عنقریب چھپ جائیگا

جواب ۲ :- بارہ برس کے بعد اگر حضور غوث پاک نے کسی مائی کا ڈوبا ہوا بیڑا تروایا ہو محل تعجب وانکار نہیں، خرق عادت کے طور پر ایسا ہونا اولیاء سے ثابت ہے۔ مگر اس واقعہ کا وقوع بعینہٖ ہونا کسی مستند روایت سے میری نظر سے نہیں

برائے انوار الصوفیہ

نعت شریف

شاعر انوار الصوفیہ مولانا صابر براری۔ ڈرگ روڈ کراچی

* * *

تمام عمر سحر و شام کی بات کرو ،
ہمارے سامنے خیر البشر کی بات کرو ،
چراغ طور نہ برق و شرر کی بات کرو ،
جلالِ صاحبِ شق القمر کی بات کرو ،
ہے گیسوؤں کا تصور کبھی رُخِ شہ کا !!
سوادِ شام کی نورِ سحر کی بات کرو ،
وہ آستانہ جو ہے سجدہ گاہِ جن و ملک !
خدا کے واسطے اس سنگِ در کی بات کرو ،
بہارِ طیبہ کی نزہت ہے میری آنکھوں میں !
وہیں کے کوچہ و دیوار و در کی بات کرو ،
ازل سے کشتۂ ناز و نیاز ہیں ہوں مسیح !
ذرا تو مرہمِ زخمِ جگر کی بات کرو ،
بلالؓ کے ہوں مناقب کہ ہو ثنائے اویسؓ !
سکونِ قلب و قرارِ جگر کی بات کرو ،
عجب نہیں کہ بلا لیں تمہیں شہِ بطحا !
تصورات میں زادِ سفر کی بات کرو ،
سناؤ کچھ شبِ اسریٰ کا ماجرا صابر
کمالِ رفعتِ خیر البشر کی بات کرو

مولانا الحاج معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب علی پوری

شوہر پر بیوی کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے بعض ذمہ داریاں شوہر پر اور بعض بیوی پر ڈالی ہیں۔ دونوں کو اپنی اپنی ذمہ داریاں سنبھالنے کا شریعت میں بڑا سخت اور تاکیدی حکم آیا ہے۔ جب تک دونوں اپنی ذمہ داریاں پہچانیں گے اور باہمی حقوق کی رعایت اور نگہداشت کریں گے۔ اور منازلِ حیات میں ایک دوسرے سے توافق و تطابق پیدا کریں گے۔ نظامِ معیشت و خانہ داری قائم رہے گا اور گھر کی دنیا دونوں کے واسطے بمنزلہ جنت کے ہوگی! ورنہ نظامِ معیشت تباہ ہو کر گھر کی فضا جہنم بن جائیگی

حکیم بن قشیری کہتے ہیں کہ میرے باپ فرماتے تھے کہ:

"میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ بیوی کا ہم میں سے کسی ایک پر کیا حق ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

• "جب تم کھاؤ تو اس کو کھلاؤ، اور جب پہنو تو اس کو پہناؤ"
(بلوغ المرام)

مطلب یہ ہے کہ انسان کو کھانے پینے اور کپڑا پہننے سے چارہ نہیں، یہ دونوں چیزیں ضروریاتِ زندگی میں سے ہیں کہ ان کے بغیر زندگی نہیں گزرتی اس واسطے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو چیزوں کا خصوصیت سے نام لیا ہے، ورنہ عورت کی ضروریات میں سے اور بھی بہت اشیاء ہیں جن کا شوہر پر پورا کرنا ضروری ہے۔ مثلاً اس کے نہانے کے واسطے پانی، کپڑا دھونے کے واسطے صابن، سر میں ڈالنے کے واسطے تیل اور کنگھی، شیشہ اور چوڑیاں اور زیورات وغیرہ، بیمار ہونے کی صورت میں اس کی تیمارداری اور علاج، سفر کی حالت میں اس کا کرایہ وغیرہ اور رہنے کے واسطے رہائشی مکان وغیرہ وغیرہ یہ ساری چیزیں شوہر اپنے مقدور کے مطابق عورت کیواسطے مہیا کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایماندار کی یہ شان نہیں ہے کہ مومن (اپنی بیوی) ایماندار سے عداوت رکھے، اور اس سے ناراضگی اور بے اعتنائی کرے۔ اگر بالفرض اس کی کوئی ایک خصلت اس کو بُری لگتی ہے تو وہ اس کی کسی دوسری نیک خصلت سے خوش ہو جائے (ریاض الصالحین)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اوپر واجب ہے کہ تم ان کو کھلاؤ" (بلوغ المرام)

مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کے ساتھ بہر صورت نباہ کا ایک نہایت عجیب اور لطیف طریقہ بیان فرمایا ہے۔ اور وہ یہ کہ تم اپنی عورتوں کی بُرائیوں کو نہ دیکھو تم ان کی نیکیوں اور خوبیوں کو دیکھو، اس طرح تمہارا دل ان سے خوش رہے گا۔ اس لئے کہ انسان میں اگر بُرائی ہوتی ہے تو اس میں کوئی خوبی بھی ضرور ہوتی ہے۔ انسان تو پھر انسان ہے۔ حیوانوں اور جانوروں کے اندر جو انسان کی نظر میں بڑے ذلیل و خوار ہیں۔ مثلاً کتا اور خنزیر وغیرہ ان میں بھی اللہ تعالیٰ بعض صفتیں

بھی پیدا کی ہیں۔ مثلاً کتا وفاداری کی صفت میں مشہور ہے اور خنزیر میں صبح سویرے اُٹھنے کی صفت ہے۔ فرض کرو اگر تمہاری بیوی میں کوئی ایسی بات ہے جو تمہیں پسند نہیں تو تم اس میں وہ بات دیکھو جو تم کو پسند ہے اور یقیناً کوئی ایسی بات بھی ضرور اس میں ہوگی اس لئے کہ بد سے بد انسان میں بھی کوئی نہ کوئی نیک صفت ہوتی ہے۔ احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص اپنی بیوی کی بدخلقی یا درشت زبانی پر صبر کرے، اللہ تعالیٰ اس کو حضرت ایوب علیہ السلام کے برابر ثواب دیتے ہیں۔ اسی طرح جو عورت اپنے شوہر کی کج روی اور بدخلقی پر صبر کرے۔ اس کو حضرتِ آسیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا زوجۂ فرعون کے برابر ثواب دیتے ہیں"

جاننا چاہیئے کہ حُسنِ خلق کا یہ مُطلب نہیں کہ عورت پر سختی نہ کی جائے بلکہ اس کی تکمیل عورت کی بدخوئی پر تحمل کرنے سے ہوتی ہے۔ مرد کو چاہیئے کہ وہ عورت کے غضب اور اس کی تیزی کے وقت حلم اور بُردباری سے کام لے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "عورتیں پسلی کی ٹیڑھی ہڈی سے پیدا کی گئی ہیں ان کی کجی پر صبر کرو اور زیادہ سیدھا کرنے کی کوشش نہ کرو، ورنہ ٹوٹ جائیں گی"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حیاتِ طیبہ کے آخری لمحات میں جب آپ کے واسطے بولنا بھی دشوار تھا، عورتوں کے حق میں وصیّت فرمائی کہ ان پر سختی نہ کرنا، اور ان کو آرام سے رکھنا۔ — لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا "تو اپنے اھل کے حق میں بچہ کی مانند ہو" شوہر پر بیوی کے حقوق سے یہ بھی ہے کہ وہ اس کو نماز اور روزے اور حیض و نفاس اور غسل اور طہارت اور وضو وغیرہ کے مسائل سکھائے ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان کے مابین مساوات کرے۔ کسی کو کسی پر ترجیح نہ دے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "جو شخص دو عورتوں میں سے حقوق کے سلسلہ میں ایک عورت کی طرف زیادہ مائل ہوا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو ایک جانب کو جھکا ہوا ہوگا" بعض مرد بہت بے انصاف ہوتے ہیں کہ شہوت جنسی کو پورا کرنے کے واسطے دو عورتیں نکاح میں لے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو عموماً جو پہلی بیوی ہوتی ہے بالکل نظرانداز کر دیتے ہیں اور اس کے خرچ کی پروا نہیں کرتے اور اگر وہ اپنے حق کا مطالبہ کرے تو اس کو مارتے پیٹتے ہیں۔ آخر وہ عورت بیچاری تنگ ہو کر اپنے والدین کے گھر چلی جاتی ہے۔ ایسے مردوں سے قیامت کے دن سخت باز پرس ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے رُوبرو ان کو اس ظلم کا جواب دہ ہونا پڑیگا۔

اگر شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان شکر رنجی پیدا ہو جائے تو اس کو دُور کرنے کی سعی کرنی چاہیئے، قرآن شریف نے اس کو دُور کرنے کا یہ طریقہ بتایا ہے۔ کہ اولاً عورت کو زبان سے سمجھایا جائے، پھر اس کو بستر سے الگ کیا جائے یعنی زن و شوئی کے تعلقات کو کچھ عرصہ کے واسطے ختم کر دیا جائے اور باہمی، ناراضگی کا اظہار کیا جائے۔ پھر اس کو اگر وہ اپنے حال کو درست نہ کرے تو ہاتھ سے زد و کوب کریں۔ اگر ٹھیک ہو جائے تو فبہا ورنہ چند دانا آدمی شوہر کی طرف سے اور چند دانا آدمی بیوی کی طرف سے بیٹھ کر ان دونوں کے درمیان مصالحت کرائیں۔ بیوی کو طلاق دینے کی طرف جلدی نہیں کرنی چاہیئے جہاں تک ممکن ہو اس سے اجتناب اور پرہیز کریں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، تمام مباحات سے بہت بُری چیز طلاق ہے اگر طلاق دینا ناگزیر ہو جائے اور اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو تو طہر میں صرف ایک طلاق دیں پھر دوسرے طہر میں دوسری، اگر تیسرے طہر تک بھی الفت و محبت کے تاثرات پیدا نہ ہوں تو اس کو چھوڑ دیں (باقی)

از افادات مولانا ابو داؤد محمد صادق صاحب خطیب زینت المساجد گوجرانوالہ

بعد نماز بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کا بیان

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ط

(ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو)

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر رب تعالیٰ نے بلند فرمایا ہے، حضور کا ذکر رب تعالیٰ ہی کا ذکر ہے اور درود شریف نہایت ہی اہم ذکر و بہترین وظیفہ ہے اور اس کا پڑھنا بہت بڑی سعادت و برکت ہے اور باعث ثواب ہے جن مجالس میں درود شریف پڑھا جاتا ہے وہ بڑی مبارک مجالس ہیں اور نماز کے بعد مل کر بلند آواز سے درود شریف پڑھنا شرعاً جائز و محبوب ہے، اور احادیث مبارکہ سے نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا ثابت ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے:

اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ حِیْنَ یَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَکْتُوْبَۃِ کَانَ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا انْصَرَفُوْا بِذٰلِکَ اِذَا سَمِعْتُہٗ

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر ہوتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں اس ذکر جہر کو سنتا تھا تو معلوم کر لیتا تھا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو گئے ہیں۔ (بخاری شریف جلد اول ص ۱۵۲)

حضرت ابن عباس بچپن شریف کی وجہ سے چونکہ گھر میں ہوتے تھے اس لئے ذکر پاک کی آواز اپنے گھر میں سنکر معلوم کر لیتے تھے، کہ اب نماز ختم ہو گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا اور مل کر پڑھنا شرعاً جائز و ثابت ہے، علامہ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:۔

"فِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی جَوَازِ الْجَھْرِ بِالذِّکْرِ عَقَبَ الصَّلٰوۃِ"

یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے"

امام نووی نے بھی شرح مسلم میں اسی حدیث کے تحت بعض سلف سے نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب فرمایا ہے، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب "ردالمحتار شرح درمختار" میں حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا:۔

اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ سَلَفًا وَخَلَفًا عَلَی اسْتِحْبَابِ ذِکْرِ الْجَمَاعَۃِ فِی الْمَسَاجِدِ وَغَیْرِھَا الخ

"یعنی علماء سلف و خلف کا اجماع ہے کہ مساجد و غیر مساجد میں جماعت کا مل کر ذکر کرنا مستحب ہے"

(ردالمحتار ص ۴۸۱ جلد اول)

تفسیر روح البیان و خزینۃ الاسرار میں نقل فرماتے ہیں کہ "اگر ریاکاری نہ ہو تو بلند آواز سے ذکر کرنا جائز بلکہ مستحب ہے،

تاکہ لوگوں پر دین کی عظمت ظاہر ہو، دکانوں مکانوں میں برکت کا وصول ہو، سننے والوں کو بھی پڑھنے والوں کی طرح ذکر کی رغبت ہو اور ذکر سننے والی ہر خشک و تر چیز قیامت کے دن پڑھنے والوں کی گواہ ہو"

دلائل الاذکار میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز اپنے صحابہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر فرماتے تھے۔

بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کی فضیلت

علامہ عبدالرحمٰن صفوری رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب "نزہتہ المجالس" میں نقل فرماتے ہیں کہ جب مقرر آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا پڑھے تو سامعین بلند آواز سے درود شریف پڑھیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:-

"جس نے مجھ پر بلند آواز سے درود پڑھا ہر چیز دھیلا خشک اور تر چیز اس کی گواہ بن جاتی ہے"

بعض صالحین کا بیان ہے کہ میرا ایک ہمسایہ اپنے نفس پر بہت زیادتی کرتا تھا، میں نے اس کو توبہ کے لئے بہت کہا لیکن وہ باز نہ آیا۔ جب وہ فوت ہوا تو میں نے اسے جنت میں دیکھا اور پوچھا کہ تو نے یہ مرتبہ کیسے پایا، اس نے کہا میں ایک محدث کے پاس گیا اور ان سے سنا کہ جو بلند آواز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے پس میں نے اور دیگر حاضرین نے بلند آواز سے درود شریف پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو بخش دیا"

"المورد العذب" میں منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"جس نے دنیا میں مجھ پر بلند آواز سے درود شریف پڑھا فرشتے آسمانوں میں اس پر درود پڑھتے ہیں" امام نووی نے کتاب الاذکار میں خطیب بغدادی وغیرہ علماء و محدثین سے نقل فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بلند آواز سے درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

(نزہتہ المجالس باب فضل الصلوٰۃ)

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ درود و سلام خود سنتے ہیں

ابن قیم (جو مخالفین اہل سنت کے امام ہیں) اپنی مشہور کتاب "جلاء الافہام" میں طبرانی و ترغیب و ابن ماجہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ

"ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کرو، تحقیق یہ یوم مشہود ہے۔ جس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں کوئی بندہ نہیں جو مجھ پر درود پڑھے مگر مجھے اس کی آواز پہنچ جاتی ہے، چاہے وہ کہیں بھی ہو، ہم (صحابہ) نے عرض کیا، کیا حضور کی وفات کے بعد بھی؟ فرمایا میری وفات کے بعد بھی، بیشک اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کھانا حرام فرما دیا" (جلاء الافہام ص۳۲)

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ اس ارشاد کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ

یعنی اللہ کا نبی (بعد وفات بھی) زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے" (مشکوٰۃ ص۱۲۱)

درود شریف کی مشہور و مستند و معتبر کتاب "دلائل الخیرات" شریف میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ جو لوگ بظاہر حضور سے غائب ہیں (دوسرے شہروں میں رہتے ہیں) اور جو حضور کے بعد آئیں (پیدا ہوں) گے آپ کے نزدیک ان کے درود کا کیا حال ہے،

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-
اسمع صلوٰۃ اھل محبتی واعرفھم یعنی اہلِ محبت کا درود میں خود سنتا ہوں اور انہیں پہچانتا بھی ہوں اور غیر اہلِ محبت کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (دلائل الخیرات صفحہ ۵۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-
من مسلم یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام ' یعنی جو مسلمان مجھے سلام عرض کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری روح کو عالمِ استغراق سے اس کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے اور میں خود اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں '' (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۶)

اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

سیرت کی مشہور کتاب "السیرۃ الحلبیہ" میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس پتھر اور درخت پر گزر فرماتے وہ حضور کی خدمت میں عرض کرتا ' اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ (سیرۃ الحلبیہ صفحہ ۲۱۲) یہی روایت السلام علیک یا رسول اللہ کے الفاظ کے ساتھ مشکوٰۃ شریف میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ؛

"شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی مشہور کتاب" انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ " میں فرماتے ہیں کہ :-

جب صبح کی نماز پڑھے تو سلام پھیرنے کے بعد اوراد فتحیہ " پڑھے جو کہ چودہ[۱۴۰۰] سو اولیاء کرام کے متبرک کلام کا مجموعہ ہے۔ اور اس میں ۷ اصیغوں کے ساتھ یہ درود شریف بھی مذکور ہے اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ۔ اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْلَ اللّٰہ ۔ اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ " شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ اوراد حضوری و پابندی کے ساتھ پڑھے گا وہ چودہ[۱۴۰۰] سو اولیائے کرام کی ولایت کا فیض پائیگا "
(انتباہ صفحہ ۱۲۴)

ابن قیم نے "جلاء الافہام" میں درود شریف پڑھنے کے مقامات میں سے پینتیسواں[۳۵] مقام نماز دل کے بعد درود شریف پڑھنا لکھا ہے۔ الموطن الخامس والثلاثون من مواطن الصلاۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم عقیب الصلوٰۃ " اور اس کے تحت حضرت شبلی رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ ہر فرض نماز کے بعد آیہ کریمہ لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ آخر سورۃ تک تلاوت فرما کر تین مرتبہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ پڑھتے تھے اور اس کے سبب انہیں بارگاہِ رسالت میں ایسا مقام و قرب حاصل ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان کے لئے قیام فرمایا اور ان کے ساتھ معانقہ فرما کر ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا "

ابن قیم نے اس کو بطور سند ذکر کر کے پنجگانہ نماز کے بعد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ پڑھنا ثابت کیا ہے۔ (جلاء الافہام صفحہ ۲۷۵)

علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تفسیر "روح البیان" میں درود شریف کے بیان میں اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ' اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ کو متعدد صیغوں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، اور لکھا ہے کہ یہ درود شریف علماء میں مشہور ہے اور اس کے بہت خواص و فوائد ہیں " (صفحہ ۲۳۵)

اِن مختصر حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ درود شریف اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ '—

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ پڑھنا بارگاہ
رسالت میں لفظ "یا" کے ساتھ بصیغۂ خطاب صلوٰۃ و
سلام عرض کرنا شرعاً جائز و ثابت ہے اور عہد رسالت سے
لے کر آج تک اہل اسلام و علماء و اولیاء کرام میں رائج و
معمول ہے۔ اور نماز کے بعد اس کا پڑھنا بہت سی برکات
و بارگاہ رسالت میں مقبولیت و قرب کا باعث ہے اور
مدینہ منورہ میں پانچوں نمازوں کے بعد بارگاہ رسالت میں
اسی طرح درود شریف پیش کیا جاتا ہے۔ اور خود نماز میں
ہر نمازی اپنے اپنے مقام پر بصیغۂ ندا و خطاب بارگاہِ
رسالت میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ
اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عرض کرتا ہے۔ یعنی اے نبی آپ پر
سلام اور اللہ کی رحمت و برکات نازل ہوں۔ لہٰذا
نماز میں ندا و خطاب کے ساتھ جب سلام عرض کرنا واجب ہے
تو نماز کے علاوہ یہ طریقہ شرک و بدعت کیسے ہو سکتا ہے؟

درود شریف کی مجالس

دیلمی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر درود پڑھ کر
اپنی مجالس کو زینت دو بتحقیق مجھ پر درود پڑھنا قیامت
کے دن تمہارے لئے نور ہوگا" نیز فرمایا
"جس قوم نے اپنی مجلس میں نہ اللہ کا ذکر کیا اور نہ اپنے نبی
پر درود پڑھا قیامت کے دن اگرچہ وہ جنت میں داخل
ہو جائیں (اس مجلس میں ذکر و درود نہ پڑھنے کی وجہ سے
اس ثواب کی کمی کے باعث) انہیں حسرت ہوگی۔
(حصن حصین ص۲۱۴)

اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں
نے فرمایا جس مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا
جاتا ہے۔ اس مجلس سے ایک ایسی پاکیزہ خوشبو اٹھتی ہے
جو آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ پس فرشتے کہتے ہیں یہ وہ
مجلس ہے جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود
شریف پڑھا گیا ہے۔ (دلائل الخیرات شریف ص۲۵)

الغرض احادیث مبارکہ سے درود شریف کی
مجالس کی اہمیت اور ان کا مزین و معطر و مبارک ہونا
ظاہر ہے۔ الحمدللہ اہل سنت و جماعت کی محافل و مجالس
و اجلاس میں درود شریف کی عام کثرت ہوتی ہے۔
خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو درود پاک کی مجالس قائم
کرتے، ان میں شریک ہوتے اور سب مل کر حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق صلوٰۃ و سلام سے اپنی مجالس
کو زینت دیتے ہیں۔

نوٹ عام طور پر مشہور ہے کہ کسی
نمازی کے پاس بلند آواز سے نہیں پڑھنا چاہیئے اور بعض
لوگ جو عموماً جو نماز جماعت کے بعد آتے ہیں یا ایسے لوگوں
کی حمایت کرتے اور دل میں کچھ بدعقیدتی رکھتے ہیں اس مسئلہ
کی آڑ لے کر مساجد میں نماز کے بعد جو درود شریف پڑھا جاتا
ہے۔ اس کو روکنا چاہتے ہیں حالانکہ چاہیئے یہ کہ وہ لوگ
خود وقت پر آئیں حکم شریعت کے مطابق جماعت میں شریک
ہوں اور اس کے بعد سب مسلمانوں کے ساتھ مل کر بارگاہ رسالت
میں صلوٰۃ و سلام پیش کریں مگر وہ اس کے برعکس ایک تو
جماعت ترک کرتے ہیں اور دوسرا اس ذکر پاک کو روکنے
کی کوشش کرتے ہیں اور اس موقعہ پر اس مسئلہ کو خواہ مخواہ
غلط طور پر پیش کرتے ہیں کیونکہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ
جب لوگ سنت کے مطابق نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد
کلمہ شریف اور درود شریف پڑھیں یا قرآن پاک کا
درس ہو یا کوئی دینی جلسہ منعقد ہو یا بقرعید کے ایام میں
بعد نماز تکبیریں پڑھی جائیں یا نماز کے بعد طواف شروع ہو تو

ایک دو تارک الجماعت آ کر کہیں کہ ہم نے نماز پڑھنی ہے لہٰذا تم یہ ذکر وغیرہ کا سلسلہ بند کر دو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب جماعت کا وقت ہو اور لوگ نماز میں مشغول ہوں یا کسی جگہ پہلے سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اس صورت میں کوئی شخص بعد میں آ کر اس کے پاس بلند آواز سے نہ پڑھے، بہرحال کسی تارک الجماعت کی خاطر جماعت کے بعد ایک معقول و باقاعدہ طریقہ سے ذکرِ خیر کو روکنے کی بجائے ایسے شخص کو تنبیہ کی جائے کہ وہ وقت پر جماعت میں شریک ہو اور ذکرِ پاک کی مجلس میں شامل ہو کر، سعادت سے بہرہ ور ہو۔ اور اگر کبھی جماعت سے رہ جائے تو ذرا الگ ہو کر زیادہ توجہ کے ساتھ نماز پڑھ لے لیکن ذکرِ پاک کو روکنے کا وبال ہرگز اپنے سر

شاعرِ رسالت حضرت ادیب صاحب سیمابی،

مدنی چاند

نظر ان کی خطاب ہو کے رہی
عرش تک بار یاب ہو کے رہی
صورتِ مصطفائے امّی لقب
شرحِ امّ الکتاب ہو کے رہی
آپ سے نسلِ ہاشمی دولہا
بزمِ دنیا خراب ہو کے رہی
دونوں عالم میں آپ کی ہستی،
بخدا انتخاب ہو کے رہی
مدنی چاند تیرے عارض پر
زلف مثلِ سحاب ہو کے رہی
وہ حقیقت جو پا سکا نہ کوئی
آپ پر بے نقاب ہو کے رہی
بزمِ ہستی میں آپ کی تنویر،
قابلِ اکتساب ہو کے رہی
عاصیوں پر حضور کی رحمت،
بے حد و بے حساب ہو کے رہی
میرے آقا کی صورت و سیرت
آپ اپنا جواب ہو کے رہی
جس نظر نے تمہیں تلاش کیا
وہ نظر کامیاب ہو کے رہی
سید الانبیاء کے در پر ادیبؔ
ہر دعا مستجاب ہو کے رہی،

نہ لے۔ کیونکہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکرِ پاک کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ثابت ہے۔ اور عہدِ رسالت سے آج تک مسلمانوں میں مروّج و معمول ہے۔

واللہ و رسولہ اعلم

دعائے صحت

حضرت مولانا مفتی محمد عبد العزیز صاحب خطیب مزنگ لاہور عرصے علیل ہیں، ۲۵ جنوری کو گردے کا کامیاب اپریشن ہوا لیکن اس کے بعد ضعف و ناتوانی ہو گئی ہے۔ احبابِ اہلِ سنت پُر خلوص دعا کریں کہ اللہ کریم ان کو صحت کاملہ اور شفاءِ عاجلہ عطا فرمائے۔ ادارہ انوار الصوفیہ مولانا صاحب کی صحت کے لئے خمسہ اوقات و درگاہِ قاضی الحاجات و مجیب الدعوات دست بدعا ہے۔

مسلسل نظم — قسط (۲)

تمہارے اسلاف اور تم

حضرت مولانا نسیم بستوی

اُنھوں نے سربکف پیغام ربانی سنایا تھا — اُنھوں نے کفر کا مغرور سر حق پر جھکایا تھا
اُنھوں نے گمرہوں کو رہبر ملت بنایا تھا — اُنھوں نے دامن کہسار پھولوں سے سجایا تھا

اُنھیں کے دم قدم سے رحمتوں کی بدلیاں چھائیں
گھٹائیں فتح و نصرت بن کے خود گلزار پر چھائیں

مگر تم ملت اسلام کو بدنام کرتے ہو — فروغ کفر و باطل جس سے ہو وہ کام کرتے ہو
خدا کے دین کی تخریب صبح و شام کرتے ہو — سراسر احترام دشمن اسلام کرتے ہو

عمل کا جوش باقی ہے نہ تم میں شان ایماں ہے
تمہارا نام لینے کو فقط یاران مسلماں ہے

خدا کے عشق سے روشن دل بیدار تھا ان کا — نشان صبر و ہمت حوصلہ ہتھیار تھا ان کا
نثار اللہ کے فرمان پر گھر بار تھا ان کا — عجب رفتار تھی ان کی عجب کردار تھا ان کا

سلاطین جہاں جھکتے تھے ان کے سامنے آکر
در اقدس کے ان کے منعمان دہر تھے چاکر

وہ طوفان حوادث میں بھی پیدا رہگذر کرتے — وہ کانٹوں پر خوشی سے زندگی اپنی بسر کرتے
وہ پتھر موم کرتے رہزنوں کو راہبر کرتے — وہ دوزخ کو بنا دیتے تھے جنت رخ جدھر کرتے

رضا جوئے خدا ہو جو اسے خوف و خطر کیوں ہو
جو مومن ہو اسے فکر تلاش مال و زر کیوں ہو

تمہیں فرمان حق پر سر جھکا دینا نہیں آتا — تمہیں مٹنا تو آتا ہے بنا دینا نہیں آتا
تمہیں زحمت کو رحمت سے ملا دینا نہیں آتا — تمہیں رنج و الم میں مسکرا دینا نہیں آتا

گئی دولت تمہارے ہاتھ سے بے آبرو تم ہو
تمنائے زر و دولت میں حسرت جستجو تم ہو

نہ ان کو غم تھا قلت کا نہ کثرت ہی پہ نازاں تھے — نہ ان کو فکر عزت تھی نہ مال و زر کے خواہاں تھے
نہ ان کو ظلم سے نسبت نہ خونخوار و ستمراں تھے — نہ ان کو حسن کی چاہت نہ بدصورت سے نالاں تھے

جمال حق کے شیدا رحمت عالم کے طالب تھے
یہی قوت تھی جس سے وہ زمانے بھر پہ غالب تھے (باقی)

حضرت مولانا مہر محمد خان صاحب ہمدم چھانگا مانگا ضلع لاہور

مسلسل

اہلبیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قسط ۵

خصائص فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۱) حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا ہم شکل رحمۃ للعلمین، سید المرسلین ہیں۔ (۲) حضرت سیدہ جگر گوشۂ خاتم المرسلین ہیں۔ (۳) حضرت سیدہ کا نام نامی، اسم گرامی فاطمہ ہے، فاطمہ کے معنی ہیں، دنیا میں رہ کر دنیا سے بے نیاز (۴) حضرت سیدہ کا لقب راضیہ ہے اور راضیہ کے معنی ہیں ہر وقت خدا کی رضا پر راضی رہنا اور دوسروں کو رضائے الٰہی پر قائم رہنے کی تلقین و ہدایت فرمانے والی (۵) حضرت سیدہ کا دوسرا لقب مرضیہ ہے، مرضیہ کے معنی ہیں جن کی رضا پر خود رب العالمین راضی ہو (۶) حضرت سیدہ کا تیسرا لقب میمونہ ہے۔ میمونہ کے معنی ہیں، دنیا کے مصائب و شدائد کو جھیلنا اور اپنی زبان اور دل پر کوئی شکوہ نہ لانا، اور دوسروں کو مصائب و آلام جھیلنے کی ہدایت فرمانا (۷) حضرت سیدہ کا چوتھا لقب زہرا ہے جس کے معنی ہیں جنت کا پھول یا جنت کی کلی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت سیدہ کے جسم پاک کو سونگھ کر فرمایا کرتے، اے فاطمہ! تجھ سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔ (نزہت) ؎

سونگھتے تھے جسے آپ ختم رسل
نکہت باغ جنت پہ لاکھوں سلام

(۸) حضرت سیدہ کا پانچواں لقب ہے زکیہ، جس کے معنی ہیں خود طاہر رہنا اور دوسروں کو طاہر رہنے کی ہدایت فرمانا یا یہ معنی ہیں کہ خود طاہر دوسروں کو طاہر فرمانے والی ؎

عرش سے جس پہ تطہیر نازل ہوئی
فاطمہ کی طہارت پہ لاکھوں سلام

(۹) حضرت سیدہ کا چھٹا لقب بتول، یعنی دنیا سے بے نیاز، آپ کے دل میں عمدہ کھانے استعمال کرنے کی خواہش نہ تھی، آپ نے کبھی عمدہ لباس پہننے کی آرزو نہ فرمائی، آپ نے کبھی بہترین زیورات سے آراستہ ہونے کی تمنا نہیں کی، (۱۰) حضرت سیدہ حیض و نفاس سے پاک تھیں اس لئے آپ کا نام فاطمہ اور القاب بتول و زہرا تھے، یعنی دنیا میں رہ کر دنیاوی حوائج سے بے نیاز ؎

بتول و فاطمہ لقب اس واسطے پائے
کہ دنیا میں رہیں اور دیں پتہ جنت کی نکہت کا

(۱۱) حضرت سیدہ جب بطن مادر میں تشریف لائیں تو نو ماہ تک حضرت خدیجہ کے جسم سے جنت کی خوشبو آتی رہی، جب آپ پیدا ہوئیں تو خدیجہ کے بجائے حضرت سیدہ کے جسم سے جنت کی خوشبو آنے لگی، آپ کی ولادت سے پتہ چلا کہ جنتی خوشبو حضرت سیدہ کے جسم سے آتی تھی (نزہت المجالس صفحہ ۲۲۳) (۱۲) حضرت سیدہ کا خمیر خون رحمۃ للعالمین، فخر المرسلین خاتم النبیین سے ہے، معلوم ہوا کہ حضرت سیدہ کی طہارت ذاتی ہے اور حضرات ازواج مطہرات کی طہارت حسنا دیجا،

نوران خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

(۱۳) حضرت سیدہ کبھی چاند اور سورج کے سامنے بھی بے نقاب نہ ہوئیں اگر کبھی ہوا کی تیزی سے حضرت سیدہ کے سر کا کپڑا اتر جاتا تو چاند سورج حیا سے چھپ جاتے ہ

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ ومہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

(۱۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیدہ کو فرمایا سیدۃ النساء العالمین، سیدۃ النساء الاھل الجنۃ، سیدۃ النساء المؤمنین افضل النساء الاھل الجنۃ ہ

سیدہ کی سیادت پہ لاکھوں سلام

(۱۵) حضور علیہ السلام کا سلسلہ نسب سادات کرام صرف حضرت سیدہ ہی سے چلا، جو قیامت تک قائم رہیگا

(۱۶) حضور علیہ السلام کو حضرت فاطمہ سب سے پیاری تھیں جب سفر کو حضور علیہ السلام جاتے تو سب سے اخیر حضرت سیدہ کو مل کر جاتے جب سفر سے آتے تو سب سے پہلے حضرت سیدہ کو آکر ملتے ہ

وہ فخر انس وجاں بنت خدیجہ دخت پیغمبر
زنانِ دہر وحورانِ جناں سے افضل و برتر

(۱۷) عموماً بچوں کے نام ماں باپ اور عزیزان رکھا کرتے ہیں مگر سیدہ کا نام نامی واسم گرامی رب العزت نے جبریل کو بھیجکر خود تجویز فرمایا،

(۱۸) حضرت سیدہ جب گھر کا کاروبار کرنے میں لگ جاتیں تو حضرت جبریل امین کریمین حسنین کا آکر جھولا جھلانے لگ جاتے یعنی حضرت سیدہ کا کام خود جبریل آکر کرنے لگ جاتے تاکہ امامین آرام سے سو جائیں۔ ہ

جس کا جھولا جھلاتے تھے روح الامین
اس کی شان شرافت پہ لاکھوں سلام۔ (عطاری نقش)

(۱۹) حضرت سیدہ کی محبت کو حضور نے اپنی محبت فرمایا ہے اور اپنی محبت کو خدا کی محبت فرمایا، معلوم ہوا، کہ محبت فاطمہ محبت مصطفےٰ ہے، محبت مصطفےٰ محبت خدا ہے،

(۲۰) غضب فاطمہ غضب مصطفےٰ ہے، غضب مصطفےٰ غضب خدا ہے۔

(۲۱) رضائے فاطمہ رضائے مصطفےٰ ہے۔ رضائے مصطفےٰ رضائے خدا ہے۔

(۲۲) حضرت سیدہ مظہر صفات سید المرسلین، ورحمۃ للعالمین ہیں ہ

مظہر شان رحمت پہ لاکھوں سلام

(۲۳) حضرت سیدہ کا فقر اختیاری تھا، اضطراری ہرگز نہ تھا۔ آپ کے پاس جو کچھ بھی ہوا کرتا تھا وہ راہ خدا میں خرچ فرما دیا کرتیں تھیں ہ

فاطمہ کی سخاوت پہ لاکھوں سلام

(۲۴) حضرت سیدہ اس قدر عابدہ اور ذاکرہ تھیں کہ تمام رات نوافل، تلاوت قرآن، اذکار واشغال میں گزارتی تھیں پھر بھی آپ ذکر الٰہی سے سیر نہ ہوتی تھیں اور فرماتیں کہ یہ رات بہت ہی چھوٹی تھی ہ

سیدہ کی عبادت پہ لاکھوں سلام

(۲۵) حضرت سیدہ اس قدر خاشعہ اور خاضعہ تھیں کہ تمام رات خدا کی بارگاہ میں رو رو کر اور گڑگڑا کر گزارتیں۔

(۲۶) حضرت سیدہ اس قدر قانعہ تھیں کہ جو کچھ ملتا اس پر قناعت ہی نہ فرماتیں بلکہ وہ غرباء کو تقسیم فرما دیتیں ہ

سیدہ کی عنایت پہ لاکھوں سلام

(۲۷) حضرت سیدہ اس قدر صابرہ اور شاکرہ تھیں کہ

خدا کی ہر نعمت پر خدا کا لاکھ لاکھ شکر اور خدا کی ہر مصیبت پر صبر ہی نہ فرمائیں، بلکہ خدا کی ہر مصیبت کو اپنے لئے خدا کی طرف سے راحت خیال فرمائیں۔

(۲۸) حضرت سیدہ کا زہد و تقویٰ اس قدر بلند و بالا تھا۔ اگر حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ اور حضرت مریم بھی دیکھتیں تو وہ بھی رشک کرتیں، خود آپ کے زہد و تقویٰ سے حضرات ازواج مطہرات بھی سبق حاصل کرتیں، کیونکہ آپ کا یہ وصف بھی ذاتی تھا یعنی حضور سے ورثہ میں ملا تھا، تمام زاہدوں کو زہد آپ ہی سے عطا ہوا۔

(۲۹) حضرت سیدہ تواضع اور عاجزی میں بے مثال تھیں اکثر مشرکات و کافرات آپ کو نازیبا الفاظ بک جاتیں مگر آپ اپنے دل پر کوئی ملال تک نہ لاتیں بلکہ ان کے حق میں دعائے ہدایت فرماتیں ؎ سیدہ کی ہدایت پہ لاکھوں سلام

(۳۰) حضرت سیدہ حسن اخلاق عفو و کرم رحمت و رأفت اور مروت و شفقت میں بےمثال ہی نہیں، بلکہ صحابیات کے لئے معلمہ اخلاقیات تھیں صحابیات کو جو کچھ بھی ملا وہ سب اسی گھر کا صدقہ تھا۔

(۳۱) حضرت سیدہ عدل و انصاف کی اس قدر جامع اور پابند تھیں کہ حق فیصلہ کرنے میں آپ کے سامنے کوئی، دنیاوی اقربا کی غرض حائل نہ ہو سکتی تھی ؎

سیدہ کی صداقت پہ لاکھوں سلام

(۳۲) حضرت سیدہ کی شرم و غیرت کا یہ حال تھا کہ آپ کھلے منہ کبھی سورج اور چاند کے سامنے بھی نہ ہوتی تھیں۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ نے حضرت علی مرتضیٰ کو وصیت فرمائی کہ آپ مجھے راتوں رات دفن فرما دینا تاکہ کوئی میری لاش کو دیکھ کر یہ اندازہ نہ کرے کہ سیدہ کا اتنا لمبا قد تھا، اس سے وہ خواتین اسلام عبرت حاصل کریں جو ننگے سر اور کھلے منہ بازاروں میں اور سیرگاہوں میں پھرتی ہیں اکبر الہ آبادی مرحوم فرماتے ہیں ؎

بے پردہ مجھ کو آئیں نظر چند بی بیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے بی بیو، پردہ کہاں گیا
بولیں وہ پردہ مردوں کی عقلوں پہ پڑ گیا

(۳۳) حضرت سیدہ کی فراست طبع اس قدر بے مثال تھی کہ صحابہ کرام سنکر اور صحابیات دیکھ کر محو حیرت رہ جاتیں اور خود ازواج مطہرات بھی اپنی فراستوں پر حضرت سیدہ کی فراست کو ترجیح فرماتیں ؎

سیدہ کی فراست پہ لاکھوں سلام

(۳۴) حضرت سیدہ لطافت میں بھی آپ ہی اپنی نظیر تھیں، کیونکہ یہ وصف بھی آپ کو حضور سے ورثہ میں عطا ہوا تھا۔ بلکہ طہارت و نظافت دنیا میں اسی گھر سے تقسیم ہوئی ہے۔ (۳۵) حضرت سیدہ مجمع البحرین یعنی حسن و حسین سادات کرام کی اصل ہیں، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت زین العابدین، حضرت باقر، حضرت جعفر صادق، حضرت کاظم، حضرت علی رضا، حضرت تقی، حضرت نقی، حضرت حسن عسکری، حضرت غوث اعظم، حضرت داتا صاحب، حضرت خواجہ غریب نواز، حضرت مخدوم صابر، یہ سب اسی گلشن زہرا کے پھول تھے، حضرت امام مہدی بھی اسی گلشن زہرا کے پھول ہوں گے ؎

سیدہ کی سیادت پہ لاکھوں سلام

(۳۶) حضرت سیدہ کی موجودگی میں حضرت علی کے لئے دوسرا نکاح کرنا حرام تھا۔ حالانکہ چار نکاح کرنے کا قرآنی حکم ہے
(۳۷) قرآن کریم اور اہلبیت رسول دونوں ہی لازم و ملزوم ہیں۔ جہاں آل رسول وہاں قرآن، جہاں قرآن وہاں آل رسول

جہاں قرآن نہیں وہاں آلِ رسول نہیں، جہاں آلِ رسول نہیں وہاں قرآن نہیں ؎

وہ ہے قرآنِ صامت یہ قرآنِ ناطق ہیں
نہیں جس دل میں یہ اس میں نہیں قرآن کا رستہ

(۳۸) حضرت سیدہ کو بعد وفات حضرت علی نے غسل دیا حالانکہ بعد وفات شوہر کا بیوی کے جسم کو چھونا حرام ہے۔ صحابہ کرام نے حضرت علی سے پوچھا کہ تم نے حضرت سیدہ کو خود غسل کیوں دیا آپ نے ارشاد فرمایا:

"مجھے حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا اے علی! فاطمہ دنیا و آخرت میں تمہاری بیوی ہیں" یعنی بعد وفات بھی سیدہ تمہارے نکاح میں ہوں گی۔

(۳۹) آلِ رسول کو صدقہ حرام ہے ؎

کہ دنیا کھا رہی ہے آپ کی اولاد کا صدقہ

(۴۰) حضرت سیدہ کی صورت و سیرت حضور علیہ السلام سے ملتی تھی، یعنی آپ مظہرِ صفاتِ مصطفےٰ تھیں ؎

فاطمہ تیری سیرت پہ لاکھوں سلام

(۴۱) شرافت و لطافت، ناسوت و ملکوت، جبروت و لاہوت، ہاہوت و یاہوت، خیرات و صدقات، رحم و کرم، فضل و عفو، عزت و عظمت، شوکت و جلالت، فقیری و شاہی، ثروت و دولت، کمالات و کرامات، عنایت و حمایت، سخاوت و نصرت، رحمت و رافت، نفاست و سیاست، قوت و طاقت، علم و حکمت، قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر، رضا و توکل، فضائل و شمائل، ہدایت و فصاحت و بلاغت، اگر ہم مذکورہ بالا صفات کو بالتفصیل عرض کریں تو ایک دفتر درکار ہے، غرضیکہ آپ تمام کمالات و کرامات اور تمام صفات و اوصاف کی جامع تھیں۔ آپ فنا فی الرسول کے اکمل مقام پر فیض المرام تھیں۔ حضور کے واسطے سے حضرت سیدہ کو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے اعلیٰ مقامات حاصل تھے۔ خدا و رسول کے تمام صفات و اوصاف آپ پر اس طرح نمایاں تھے جس طرح آئینہ میں چاند سورج اپنی تمام تجلیات و نورانیات کے ساتھ درخشاں نظر آتے ہیں، یا شجرِ طور پر تجلیِ الٰہی تاباں تھا۔ غرضیکہ آپ تمام صفاتِ مصطفےٰ کی مظہرِ اتم تھیں ؎

رسولِ پاک کی تصویر پہ تنویر کو دیکھا
کیا دیدار جن آنکھوں نے تصویرِ محمد کا

(باقی)

جنابِ راجہ رشید محمود صاحب میانوی

دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

اندیشۂ آلام؟ ــــ دیارِ حبیب میں
ہے اک خیالِ خام دیارِ حبیب میں
ہنگامۂ الہام دیارِ حبیب میں
لینا خدا کا نام دیارِ حبیب میں
رخصت ہوئے آلام دیارِ حبیب میں
لطف و کرم ہے عام دیارِ حبیب میں
دن زندگی کا ڈوبنا تو ہے خدا کرے
آئے کہیں یہ شام دیارِ حبیب میں
اللہ! سر جھکائے زمانے کے تاجور
ہیں لرزہ بر اندام، دیارِ حبیب میں
پہنچے نہ ہیں خلوص کا تحفہ لئے ہوئے
یارانِ تیز گام دیارِ حبیب میں
انسانیت کا ہے یہ حیات آفریں پیام
نورانیِ بام ــــ دیارِ حبیب میں
ہر ذرۂ حقیر پہ رحمت حبیب کی
مولا کا لطفِ عام دیارِ حبیب میں
اپنی نگہ اٹھا تو ذرا تجدیٔ منکر
جنت ہے ہر گام؟ دیارِ حبیب میں
شرفِ قبول پائیگا اک دن تو یقیناً
محمود کا سلام دیارِ حبیب میں

کشّاف الحقائق فقیہِ اعظم ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب بصیر پوری

حدیث الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

قسطِ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ

حدیثِ پاک کا ماننا نہایت ضروری ہے۔ اس پر سترہ دلیلیں پہلی دو قسطوں میں معزز قارئین ملاحظہ فرما چکے۔ اب اور دلائل پیش کیے جاتے ہیں :-

دلیل ۱۸: قرآن کریم پارہ ۲۵ رکوع ۱ میں ہے :-

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

ترجمہ :- تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور سچ کو جھٹلائے جب اس کے پاس آئے، کیا جہنم کافروں کا ٹھکانا نہیں اور وہ جو سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی پرہیزگار ہیں۔

سچ لے کر تشریف لانے والی شخصیت (جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے) کا مصداق بلا شک و شبہ محبوبِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور پہلی آیت بڑی وضاحت سے بتا رہی ہے کہ سچ کو جھٹلانے والے سب ظالموں سے زیادہ ظالم ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور دوسری آیت فرماتی ہے کہ سچ کے ماننے والے ہی پرہیزگار ہیں اور پرہیزگار ہی جنتی ہیں۔ تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ قرآن کریم کی طرح حدیثِ پاک کا ماننا بھی ضروری ہے کہ دونوں اسی محبوبِ برحق کے لائے ہوئے ہیں اور سچ ہیں۔ کہ وہ سچے نبی ہی سچ لاتے ہیں۔ ان کی ایک ایک بات صداقت کے بلند ترین مینار کی حیثیت رکھتی ہے ان کی لاتعداد پیشینگوئیوں (جن کا ظہور لگاتار ہوتا آ رہا ہے اور قیامت کے بعد ابد الآباد تک ہوتا چلا جائیگا) کا ایک ایک فرد صداقت کی زبردست دلیل ہے اور وہ اس کثرت سے ہیں کہ سب کا جمع کرنا ممکن نہیں لہٰذا ان میں سے صرف چند اور وہ بھی وہ جو حدیث کی مشہور کتابوں (بخاری مسلم وغیرہ) کی تصنیف سے بلا شبہ بعد میں ظاہر ہوئیں، ذکر کی جاتی ہیں :-

(۱) صحیح بخاری صفحہ ۱۰۵۲ جلد ۲، صحیح مسلم صفحہ ۳۹۳ جلد ۲ میں حضرت ابوہریرہ سے ہے :- اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ تعالٰی صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَخْرُجَ نَارٌ بِالْحِجَازِ تُضِیْءُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰی "

ترجمہ : بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" قیامت سے پہلے حجاز میں ایک ایسی آگ نکلے گی جو بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن کرے گی "

اس حدیثِ پاک کے مطابق وہ زبردست آگ ۵- جمادی الاخریٰ سنہ ۶۵۴ھ جمعہ کے دن دوپہر سے پہلے حجاز مقدس میں مدینہ منورہ کی شرقی جانب نصف روز کی مسافت پر زمین سے بادل کی طرح گرجتی ہوئی پھوٹ نکلی مسجدِ مدینہ کی مقدار پھر اس سے آگ کا وادی جاری ہوا جس کا طول (لمبائی) ۱۲ میل عرض (چوڑائی) ۴ میل عمق (گہرائی) آدمی کے ڈیڑھ قد کے برابر، بادل کی گرج اور دریا کے جوش میں رواں دواں تھی۔ یوں دکھائی دیتی

تھی کہ ایک بہت بڑا شہر ہے جس کی شہر پناہ دیوار نے ہر طرف سے احاطہ کیا ہوا ہے اور اس میں بڑے بڑے برج اور کنگرے ہیں اس آگ کے شرارے محلات کے برابر تھے، پتھروں اور پہاڑوں کو سیسے کی مانند پگھلا رہی تھی۔ اور جو آگ نکل رہی تھی، یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس سے سیاہ اور سرخ نہریں نکل رہی ہیں۔ پتھر پگھل کر لال ہو جاتے تھے اور جب ٹھنڈے ہوتے سیاہ ہو جاتے تھے اور یہ نہایت ہی تعجب انگیز امر عام آگ کے بالکل برعکس تھا کہ پتھروں کو تو خوب جلا رہی تھی مگر درخت اور خشک و تر تنکے بھی اس سے محفوظ تھے پہلے پہلے تو اہل مدینہ بہت ہی زیادہ پریشان ہوئے اور سخت ترین خوف و خطرہ کا احساس کرتے ہوئے توبہ و استغفار میں مصروف ہو گئے اور مسجد پاک میں اہل اسلام کے حقیقی مأمن اور سچی جا پناہ روضۂ انور کے ارد گرد تمام امراء، سردار اور خواص و عوام حتیٰ کہ خواتین اور بچے بھی جمع ہو گئے اور شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پناہ میں پناہ گزین اور فریادی و طالب شفاعت ہوئے تو حضرت رب العالمین نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس آگ کا رخ جانب شمال پھیر دیا۔ اور پیارے محبوب کے اعزاز و امتیاز کا جلوہ دکھا دیا۔

حرارت نہایت ہی سخت تھی اور باوجودیکہ مدینہ پاک کے حرم شریف کے نزدیک پہنچ گئی مگر معجزانہ طور پر مدینہ میں اس طرف سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔

ہاں، مورخین نے یہ بھی فرمایا کہ اس کے نکلنے اور جلانے سے اتنا گرد و غبار ابھرا کہ آسمان پر ابر سا بن گیا۔ اور آفتاب و ماہتاب کی ضیا پاشیاں بالکل ہی مدہم پڑ گئیں اور گرہن جیسی حالت دور دور تک نمایاں ہو گئی۔ حتیٰ کہ دمشق میں اس کے اثرات دیکھے گئے۔ مگر اس آگ کی روشنی کا یہ عالم تھا کہ فضا جگمگا رہی تھی، مدینہ طیبہ کے لوگ رات کو آفتاب جیسی روشنی میں کام کیا کرتے تھے۔ ان کی خواتین اپنے مکانوں پر رات کو سوت کاتا کرتی تھیں۔ اس آگ کی روشنی مکہ مکرمہ سے بھی دیکھی گئی اور بصریٰ کے پہاڑ اس سے روشن ہوئے اور بصریٰ میں اونٹوں کی گردنوں کو بھی حسب تصریح حدیث پاک اس آگ نے روشن کر دیا، حالانکہ بصریٰ دمشق کے قریب اور مدینہ طیبہ سے کافی دور ہے اور تیماء (جو مدینہ طیبہ سے بصریٰ کی مانند بہت دور ہے) میں اس آگ کی روشنی سے رات کو کتابیں اور تحریریں لکھی گئیں۔

مورخین کہتے ہیں کہ وہ آگ پتھروں کو جلاتی ہوئی جب حرم مدینہ (مدینہ طیبہ اور اردگرد کا پھیلی ہوئی مخصوص اراضی کا محدود حصہ) کی حد پر آئی اور ایک ایسا بڑا پتھر (جس کا نصف حرم میں تھا اور نصف باہر) سامنے آیا تو آگ نے اس پتھر کے بیرونی حصہ کو حسب دستور جلا دیا مگر اندرونی حصہ بالکل محفوظ رہا۔ اور آگ بجھ گئی، یہ بھی حضور کا ایک چمکتا ہوا معجزہ تھا۔

تواریخ بڑے وثوق سے بیان کرتی ہیں کہ اس آگ کے ظاہر ہونے سے پہلے مدینہ پاک میں کئی دنوں تک زلزلوں کا سلسلہ جاری رہا، اول اول تو بڑے خفیف سے جھٹکے محسوس ہوتے رہے مگر ۳۔ جمادی الاخریٰ منگل کے دن بہت سخت زلزلے شروع ہو گئے اور بدھ کی رات تو ایسا سخت زلزلہ آیا کہ لوگ ڈر گئے اور دل دہل گئے۔ دیواریں ہلنے لگیں، زمین دھڑک رہی تھی اور بادل سے بھی سخت گرجیں آ رہی تھیں، پھر ایسے زلزلے جمعہ کے دن تک بار بار آتے رہے، حتیٰ کہ ایک دن میں چودہ[۱۴] بلکہ کہتے ہیں کہ اٹھارہ مرتبہ زلزلہ آیا، پھر جمعہ کے دن زمین پھٹی اور آگ نکلی، ع خطرناک آگ اپنی اسی ہیبت ناک حالت پر (جو قبل ازیں ذرا تفصیل سے بیان ہوئی) ۲۷۔ رجب المرجب سنہ ۶۵۴ھ اتوار کے دن تک پورے باون[۵۲] روز قائم رہی پھر بجھ گئی مگر کہتے ہیں کہ کئی دنوں کے بعد پھر ظاہر ہوئی، مورخین کہتے ہیں کہ اس آگ کا یہ[عہ] سلسلہ تین ماہ تک جاری رہا۔

عہ یعنی کبھی بند ہو جانا، اور کبھی نمودار ہو جانا ۱۲

جب اس آگ نے پہاڑوں اور پتھروں کو سکہ کی طرح پگھلا پگھلا کر بہایا تو وادی شظاۃ کے درمیان ایک زبردست بند سدِ سکندری کی طرح کھڑا ہو گیا۔ اس بند سے یہ بہت ہی بڑا فائدہ ہوا کہ اس طرف سے اعرابی قزاق اور مفسد جو آکر ہمیشہ تنگ کیا کرتے تھے ان کا راستہ بند ہو گیا اور اہلِ مدینہ ان کے شر سے محفوظ ہو گئے۔

یہ مضمون فتح الباری صفحہ ۶۷ جلد ۱۳، عمدۃ القاری صفحہ ۲۶۶ جلد ۱۱، اشعۃ اللمعات صفحہ ۳۱۳ تا ۳۱۴ جلد ۴، جذب القلوب (تاریخ مدینہ منورہ) صفحہ ۴۷ تا ۵۰، مرآۃ الزمان (تاریخ یافعی) صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۳ جلد ۴، تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۲۰، وفاء الوفاء (تاریخ مدینہ منورہ) صفحہ ۹۸ تا ۱۰۶ جلد ۱ وغیرہا سے ماخوذ ہے۔

وفاء الوفا (جو مدینہ منورہ کی نہایت ہی مستند تاریخ ہے) طبع مصر صفحہ ۱۰۴ جلد ۱ میں فرمایا:۔

وکل من ذکر هذه النار یقول فی آخر کلامه وعجائب هذه النار وعظمتها یکل عن وصفها البنان والاقلام وتجل عن ان یحیط بشرحها البیان والکلام (ترجمہ) جس مؤرخ نے بھی اس آگ کا ذکر کیا اس نے اپنا کلام اس پر ختم کیا کہ اس آگ کے عجائبات اور اس کی عظمت کے بتانے سے پورے اور قلمیں تھک جاتے ہیں۔ اور اس کی تشریح اس سے بلند ہے کہ بیان و کلام اسے احاطہ کر سکیں، اور یہ حدیث بخاری و مسلم کے علاوہ بھی بکثرت کتب حدیث میں موجود ہے،

اس پیشین گوئی کا بکثرت زلزلوں، گرجوں، گونجوں، وغیرہ خدائی زبردست اعلانات کیساتھ یہ واضح ظہور مخالفین کی دہن دوزی کے لئے بڑا کافی ہے۔ بخاری و مسلم تیسری صدی کے وسط میں لکھی گئی ہیں۔ اور یہ ظہور ساتویں صدی کے وسط میں ہوا کیا اب بھی کسی کو اس کے کہنے کی جرأت ہو سکتی ہے کہ حدیثیں عجمی ذہنیت کی پیداوار ہیں؟ والعیاذ باللہ! پھر اہلِ مدینہ اور خواص و عوام کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باتفاق پناہ حاصل کرنا اور شفاعت طلب کرنا پھر اس پر کامیابی کا نمایاں طور پر مرتب ہو جانا، صاف صاف بتا رہا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم باقاعدہ زندہ ہیں اور اپنی امت کی نصرت و امداد فرماتے ہیں۔ نیز حدِ حرم پر رک جانا اور جب پتھر کو جلا رہی تھی اس کے حرم والے حصے کو نہ جلانا۔ پھر سخت ترین حرارت کے باوجود اہلِ مدینہ کی طرف ٹھنڈی ہوا کا جانا اور اسی طرح دوسرے معجزانہ کوائف واضح کر رہے ہیں کہ حضرت رب العالمین جل وعلا اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاہ و جلال اور جود و نوال کا کیسے زبردست اعلانوں کے ساتھ اظہار فرما رہا ہے اور وہ اظہار بھی یوں نہیں کہ صرف وقتی طور پر ہو بلکہ پورے تین ماہ تک ہوتا رہا جس کے زبردست آثار متعلقہ اراضی اور تواریخ کی کتابوں میں بڑی وضاحت سے ثابت ہیں۔

اس عظیم الشان آگ کے فوائد و نتائج کا تفصیلی بیان تقاضا کرتا ہے کہ اس موضوع پر مستقل ضخیم کتاب لکھی جائے مگر بطور تنبیہ اہلِ سعادت کے لئے یہی کافی ہے۔

(۲) صحیح بخاری صفحہ ۱۴۱ جلد ۱، مسلم صفحہ ۳۹۵ جلد ۲ وغیرہ کتب حدیث میں حدیث پاک ہے کہ مسلمان قیامِ قیامت سے پہلے پہلے ترک قوم سے جہاد کریں گے اور اس قوم کا حلیہ بھی بیان فرمایا۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ ہیں یہ پیشین گوئی بھی ساتویں صدی ہجری میں پوری ہوئی۔ بعد ازاں ترک اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے اور یونہی کئی اور قوموں سے جہاد کی پیشین گوئیاں احادیث کثیرہ میں ہیں جن سے کافی پوری ہو چکیں اور کئی پوری ہونے والی ہیں۔

تیسری پیشین گوئی اس آیت پاک کے متعلق ہے:۔

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم وآخرين

من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم وما تنفقوا من شيء في سبيل الله يوف اليكم وانتم لا تظلمون ۰ (ترجمہ) اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ ان سے ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کے سوا کچھ اوروں کے دلوں میں جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ خرچ کرو گے تمہیں پورا دیا جائے گا اور کسی طرح گھاٹے میں نہ رہو گے۔

قرآن کریم قیامت تک کے لئے ہادی و رہنما ہے جتنے بھی اسلام کے دشمن قیامت تک ہونیوالے ہیں سب کے دلوں میں اپنے اپنے زمانے میں اس قوت کے تیار رکھنے سے دھاک بٹھانا اہلِ اسلام پر لازم ہے۔ اس قوت کی تفسیر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بار بار خبردار کرتے ہوئے لفظ "رمی" کے ساتھ فرمائی۔ چنانچہ صحیح مسلم ص ۱۴۳ جلد ۲ پر عقبہ بن عامر کی روایت میں ہے: الا ان القوة الرمي الا ان القوة الرمي الا ان القوة الرمي

(ترجمہ، خبردار! یہ قوت (جس کا آیتِ پاک میں ذکر ہے) رمی ہی ہے! خبردار! یہ قوت رمی ہی ہے، خبردار یہ قوت رمی ہی ہے۔ "رمی" عربی لفظ ہے اس کا معنیٰ ہے (پھینکنا) اس وقت سے قیامت تک جو جو چیز بھی بطور اوزارِ جنگ میں استعمال کے قابل ان تمام چیزوں پر یہ لفظ "رمی" حاوی اور شامل ہے، لغتِ عرب میں رمی تیر کیساتھ ہی خاص نہیں، قرآن کریم میں ہے "ما رميت اذ رميت ولكن الله رمى" حالانکہ حضور نے اس وقت تیر نہیں پھینکا تھا۔ بلکہ مٹی اور سنگریزے پھینکے تھے، تو روزِ روشن کی طرح روشن ہوا کہ رمی عام ہے، ہر پھینکنے کو عربی میں رمی کہا جاتا ہے۔ اور واقعی اس زمانے سے آج تک "رمی" اوزارِ جنگ میں نمایاں رہی ہے، اس وقت تو تیر، تلوار، نیزے عموماً استعمال ہوتے تھے، تلوار کی حیثیت بھی بڑی نمایاں تھی حتیٰ کہ ہمارے پیارے رسولِ مقبول کا ایک نام صاحب السیف بھی ہے مگر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا رمی زیادہ اہمیت پکڑتی گئی، اور آج تو سب ہی رمی پہ دار و مدار، نیزے یا تلوار کا استعمال تو ملکی جنگوں میں برائے نام بھی نہیں رہا، بہرحال رمی عام ہے، تیر کی رمی ہو یا لفظ کی، منجنیق سے پتھر پھینکے جائیں یا بندوق سے گولیاں، توپوں سے گولے برسائے جائیں یا برین گنوں سے حملہ کیا جائے سب رمی ہی ہے۔ دستی بم پھینکیں یا ہوائی جہازوں سے عام بم ہو یا ایٹم بم، ہائیڈروجن یا اس سے بھی کوئی توانا تر بم، سب پر رمی سچی ہے۔ میزائلوں سے رمی ہو یا تارپیڈو یا وبائی امراض کے جراثیم پھینکے جائیں یا کوئی اور پھینکنے کا اوزار ہو یا نیا ایجاد کیا جائے سب پر لفظِ رمی بلا تاویل سچا آرہا ہے، یہ ہے ہمارے پیارے محبوب کی ہمہ دانی اور جامع البیانی کہ ایک ہی لفظ رمی میں وہ سب کچھ جمع فرما دیا، جو ہر زمانے میں اس زمانے کے اہم اوزاروں پر سچا آرہا ہے

قربان جائیں! اس پیارے کے سامنے زمین و زماں کی وسعتیں اور مکین و مکاں کی سمتیں سب سمٹی ہوئی ہیں۔ ماضی و حال و استقبال مختلف ممالک بحر و بر، عرش و فرش سب کے سب پیشِ نظر ہیں اقوامِ عالم کیا سب عالمین کے لئے حاضر و ناظر ہیں کہ وہ تو ہیں ہی وہ جن کے متعلق ان کا رب جو رب العالمین ہے فرماتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

وہ وہی تو ہیں جن کو فرمایا۔

يا ايها النبي انا ارسلنك شاهدا ومبشرا ونذيرا

ہاں ہاں اللہ کی قسم وہ وہی ہیں جن کی شان میں آیا:-

ليكون للعٰلمين نذيرا

ایسے سیدِ رسل، استادِ کل، ہادیِ سبل کی کوئی بات بھی غلط نہیں ہو سکتی، وكفى بالله شهيدا،

چوتھی سے آٹھویں تک پیشین گوئیاں (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۷۳، ۱۷۴ میں امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کی شعب الایمان (نام کتاب حدیث) سے بروایت حضرت سلمان فارسی صحابی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے پچھلے دنوں میں ہمیں وعظ کیا، فرمایا:-

"اے لوگو! عنقریب تمہارے نزدیک آیا ایک ایسا مہینہ جو عظمت[1] والا ہے۔ ایسا مہینہ جو برکت[2] والا ہے۔ ایسا مہینہ کہ اس میں ایک ایسی رات[3] (شب قدر) ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ ایسا مہینہ کہ اللہ نے اس کے صیام (روزے) کو فرض کیا اور اس کی رات کے قیام (تراویح) کو تطوع (سنت) کیا۔ جو شخص[4] اس مہینہ میں اللہ کی نزدیکی طلب کرے کسی خصلت کے ساتھ نیکی (نفلی عبادت مالی ہو یا بدنی) سے تو وہ (ثواب کے لحاظ سے) اس شخص کی طرح ہے جس نے کوئی فرض ادا کیا ہو کسی اور مہینے میں۔ اور جس نے اس[5] مہینے میں کوئی فرض (نماز۔ روزہ، زکوٰۃ وغیرہ) ادا کیا تو وہ (از روئے ثواب کے) اس شخص کی طرح ہے جس نے کسی اور مہینہ میں ستر فرض ادا کئے ہوں۔ اور وہ[6] صبر کا مہینہ ہے حالانکہ صبر کا ثواب جنت ہے اور (فقیروں اور غریبوں کی) غمخواری[7] کا مہینہ ہے۔ اور ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایماندار کا رزق[8] زیادہ کیا جاتا ہے، جو اس[9] میں روزہ دار کا روزہ افطار کرائے، ہوتی ہے واسطے اس کے بخشش[10] اس کے گناہوں کی اور آزادی[11] آگ (دوزخ) سے۔ اور اس افطار کرانے والے کو ویسا ہی ثواب[12] ملے گا جیسا کہ اس روزہ دار کو ملے گا بغیر اس[13] کے کہ اس کے ثواب میں کچھ کمی ہو۔ ہم (صحابہ) نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے روزہ افطار کرائے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ یہ ثواب[14] اس شخص کو عطا فرماتا ہے جو کسی کا روزہ دودھ کی لسی کے ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا پانی کے ایک گھونٹ پر افطار کرائے اور جو روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، پلائے گا[15] اسے اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا پلانا کہ نہ پیاسا ہو گا[16]، یہاں تک کہ داخل ہو گا[17] بہشت میں اور وہ ایسا مہینہ ہے کہ اول اس کا رحمت[18] ہے اور درمیان اس کا بخشش[19] ہے اور آخر اس کا دوزخ سے آزادی[20] ہے، اور جو اس مہینہ میں اپنے غلام سے (کام لینے میں تخفیف کرے) اللہ اسے بخش[21] دیگا۔ اور دوزخ سے آزاد[22] فرما دیگا۔" یہ جلیل القدر حدیث یہ پیارا پیارا وعظ یہ سنہری ہدایات ایک ایماندار کی نظر میں سرمایۂ حیات ہیں۔ بظاہر اس حدیث پاک میں بائیس پیشین گوئیاں ہیں۔ جن سے بعض کا تعلق آخرت سے ہے اور بعض وہ ہیں جو عوام الناس کی ظاہری آنکھوں سے نہاں ہیں اور بعض ایسی ہیں جو کہ سب خواص و عوام کے لئے آفتاب کی طرح واضح و عیاں ہیں سچا ایماندار تو سب کو سچا مانتا ہے اور ظاہر بینوں کو دعوت غور دیتا ہے کہ جس جس چیز کا تعلق (اگرچہ بہت ہی کم تعلق ہو) ظاہر سے ہے تو وہ ایسی ظاہر ہے کہ اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا، دیکھئے نمبرات ۱-۲-۶-۷-۸-۱۰ اس مہینے کی عظمت آج بھی ظاہر و باہر ہے۔ اس کی برکت بالکل واضح ہے۔ اس میں ایماندار کے نیک کام بہت بڑھ جاتے ہیں، ایماندار اس گئے گزرے زمانے میں بھی خوب صبر سے روزے نباہا کرتے ہیں، اہل ایمان کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس نیک ماہ میں یتیموں، مسکینوں، فقیروں کی غمخواری کریں۔ ان کے لئے خوراک اور پوشاک کا خیال کیا جاتا ہے اور اہل ثروت ایماندار دوسرے مہینوں کی بہ نسبت اس میں زیادہ خیرات کیا کرتے ہیں، سعادت مندانِ ازلی کے ظاہری رزق اس ماہ میں یقیناً بڑھ جاتے ہیں نسبتاً کھانا اچھا کھاتے ہیں پینے کا انتظام بھی عمدہ ہو جاتا ہے اور خیرات و صدقات، تلاوت قرآن کریم اور دوسری عبادات بھی دوسرے مہینوں سے زیادہ کیا کرتے ہیں جو معنوی اور روحانی رزق ہے اور رزق حقیقتہً ہے ہی وہی جو انسان کے اپنے کام اس جہان میں آئے یا اگلے میں ورنہ وہ مال جو دوسرے کے کام آئے وہ دوسرے کا رزق ہے چنانچہ حدیث پاک میں آیا کہ بندہ کہتا ہے میرا مال، میرا مال، حالانکہ

بیشک وہ چیزیں جو اس کے مال سے اس کی ہیں تین[۳] ہیں، جو کھا لیا فنا کر دیا پہن لیا تو پرانا کر دیا یا دے دیا (اللہ کی راہ میں) تو ذخیرہ کر لیا۔ اور جو ان تین چیزوں کے علاوہ ہے تو وہ جانے والا ہے اور اسے لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۴۴۴)

بہر حال یہ پانچ پیشین گوئیاں وہ ہیں کہ ہر سال ہر ماہِ رمضان المبارک میں ہماری نظر میں آنکھوں کے سامنے آفتاب و ماہتاب کی طرح تاباں و عیاں ہوتی ہیں تو معلوم ہوا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور جو کچھ حضورؐ نے فرمایا وہ سب سچ ہی سچ ہے کہ ہماری آنکھیں جس جس حدیث کے مضمون کو دیکھ سکتی ہیں وہ سب کے سب صحیح پا رہی ہیں تو ظاہر ہوا کہ وہ جو ہماری آنکھیں ان کے دیکھنے سے عاجز ہیں وہ بھی صحیح ہی ہیں ــــ اور یؤمنون بالغیب کا بھی یہی تقاضا ہے کہ بے دیکھے مانا جائے۔ ـــ حضرت رب العالمین جل وعلا ماننے والوں سے بنائے، منکروں سے بچائے،

نویں اور دسویں پیشین گوئی:۔

ترمذی ص ۴۷ جلد ۲ وغیرہ میں حضرت عمران بن حصین کی روایت میں اذا ظھرت القیان والمعازف مذکور ہے جس سے بڑی وضاحت سے ثابت کہ آخری زمانہ میں گانے والی عورتیں اور گانے کے مزامیر[۲] باجے وغیرہ ظاہر ہو جائیں گے امام ترمذی نے جو ان حدیثوں کے راوی ہیں ۲۷۹ھ وفات پائی حالانکہ ظہور اس چودھویں صدی میں ہو رہا ہے۔ گانا بجانا وبائی شکل اختیار کر گیا ہے سینما بکثرت پھیل گئے ہیں اور ریکارڈ عام ہو گئے ہیں، ریڈیو کی بہتات ہے اور ٹیلی ویژن چالو ہیں جن سے گانے والی عورتوں کا ظہور ہو رہا ہے۔ اور مزامیر بھی ظاہر ہو رہے ہیں۔ چلتی ٹرینوں، موٹروں، تانگوں بلکہ سائیکلوں، تانگوں کی سواریاں ریڈیو سنتی جا رہی ہیں۔ عام راہگیر بھی سنتے جا رہے ہیں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن

کی بے پردگی پر تو کوئی پردہ ہے ہی نہیں، بہرحال گانے والیوں کا ظہور اور مزامیر کا ظہور حسب تصریح حدیث سامنے آ چکا ہے یہ دونوں پیشین گوئیاں صحیح طور پر پوری ہو چکی ہیں اب اس پر مرتب ہونے والے بڑے خطرناک نتائج سے بے فکر رہنا دانا کا کام نہیں۔

پوری حدیث پاک سنیئے:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی ھذہ الامۃ خسف ومسخ وقذف فقال رجل من المسلمین یا رسول اللہ ومتی ذٰلک قال اذا ظھرت القیان و المعازف وشربت الخمور "

(ترجمہ) بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت میں خسف (زمین میں دھنسا دینا) اور مسخ (صورت کا بگاڑ دینا) اور قذف (قوت سے پھینکنا) ہو گا، تو ایک مسلمان نے عرض کیا، یارسول اللہ یہ کب ہو گا؟ فرمایا جب گانے والی عورتیں اور مزامیر (گانے کے اوزار) ظاہر ہو جائیں گے، اور شرابیں پی جائیں گی "

اس مضمون کی حدیثیں بکثرت ہیں۔ جن میں اور بھی بہت سی چیزوں کا اضافہ ہے۔ اس حدیث کا خلاصہ یہ کہ خسف و مسخ و قذف ہوں گے۔ جب گانے والی عورتیں اور گانے کے مزامیر ظاہر ہو جائیں گے۔ اور شرابیں پی جائیں گی، رنگ رنگ کی شرابیں اور نشہ آور چیزیں تو مدت سے پی جا رہی ہیں، مگر اب کافی ترقی پر ہیں، گانے والی عورتوں اور مزامیر کا ظہور بھی زوروں پر ہے تو اب ان چیزوں پر مرتب ہونے والے عذاب خسف و مسخ و قذف کا سخت ترین خطرہ ہے۔ (باقی)

تمہیں تو ہو

حضرت قمر یزدانی پنسوانہ

*

ہر دوسرا سے افضل و اعلیٰ تمہیں تو ہو
کون و مکاں کے مالک و مولیٰ تمہیں تو ہو

محبوبِ انس و جاں شہِ بطحا تمہیں تو ہو
جس پر خدائے کل بھی ہے شیدا تمہیں تو ہو

بزمِ دنیٰ کے انجمن آرا تمہیں تو ہو
بخدا، امینِ رازِ فاوحیٰ تمہیں تو ہو

روحی فداک اے شبِ اسریٰ کے شہسوار
مسند نشینِ عرشِ معلّیٰ تمہیں تو ہو

اے کہ تمہاری ذات ہے وجہِ ظہورِ کل
گلزارِ کن کی نرگسِ شہلا تمہیں تو ہو

حق نے عطا کیے ہیں خطابات دلنواز
یٰسٓ اور مزمل و طٰہٰ تمہیں تو ہو

وجہِ سکونِ قلبِ پریشاں تمہاری یاد
بیشک قرارِ دیدۂ بینا تمہیں تو ہو

تم ہی تو ہو دعائے براہیم کا ثمر
جانِ جہاں! نویدِ مسیحا تمہیں تو ہو

جلوے حریمِ ذات کے جس پر ہوئے نثار
وہ جلوۂ دنیٰ فتدلیٰ تمہیں تو ہو

تکمیل جس سے خاتمِ ہستی کی ہو گئی
وہ بحرِ نور کے دُرِ یکتا تمہیں تو ہو

ہر سمت سے ہے یورشِ آلام الحذر!
ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا تمہیں تو ہو

ہر سو جمالِ روئے منور ہے جلوہ ریز
کونین میں ہے جس سے اجالا تمہیں تو ہو

بیہوش ہو کے گر گئے تھے طور پر کلیم
جو عرش پر تھے محوِ تماشا تمہیں تو ہو

تم نے کیا ہے سرِّ حقیقت کا انکشاف
رمز آشنائے سرِّ فاوحیٰ تمہیں تو ہو

اے جانِ جاں! تمہارے لیے جاں ہے بیقرار
اس قلبِ مضطرب کی تمنا تمہیں تو ہو

تم سے فضائیں کون و مکاں کی ہیں عطر بیز
باغِ حیات کے گلِ رعنا تمہیں تو ہو

گاتے رہو ترانۂ نعت اے قمر! مدام
باغِ نبی کی بلبلِ شیدا تمہیں تو ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهِمْ

شیخ الحدیث مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد حسامد صاحب مدظلہ العالی جامعہ رشیدیہ پیر گوٹھ سکھر

چالیس ارشادات

۱- ذَاقَ طَعْمَ الْاِیْمَانِ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا (مسلم)

اس نے ایمان کی لذت پائی جس نے خدا کی ربوبیت کو پسند کیا اور اسلام کو دین پسند کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کو پسند کیا۔

۲- بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءُ الزَّکٰوةِ وَالْحَجُّ وَصَوْمُ رَمَضَانَ (متفق علیہ)

اسلام کی بنا پانچ چیزوں پر ہے، پہلی اس گواہی پر کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود بالحق نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا بندہ اور رسول ہے، دوئم نماز کا قائم کرنا، سوئم زکوٰۃ دینا، چہارم حج ادا کرنا، پنجم رمضان کے روزے رکھنا۔

۳- جَاهِدُوا الْمُشْرِکِیْنَ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ وَاَلْسِنَتِکُمْ (ابوداؤد، نسائی، دارمی)

حربی مشرکوں سے اپنے مال، جان اور زبان سے جہاد کرو۔

۴- صِیَامُ رَمَضَانَ اِلٰی رَمَضَانَ کَفَّارَةٌ لِّمَا بَیْنَهُمَا (طبرانی)

ایک رمضان کے روزے دوسرے رمضان تک کے درمیان مدت کے لئے کفارہ ہے

۵- وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَخْشَاکُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاکُمْ لَهٗ (بخاری)

میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ پرہیزگار ہوں،

۶- هَلِ الْعَاقِلُ اِلَّا مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَیَتَّقِهٖ (فردوس دیلمی)

عقلمند وہی ہے جو خدا کا تابعدار ہو اور اس کی بے فرمانی سے بچے،

۷- وَيْلٌ لِمَنْ لَا يَعْلَمُ وَوَيْلٌ لِمَنْ عَلِمَ ثُمَّ لَمْ يَعْمَلْ (حلیہ ابو نعیم)

جاہل کے لئے ہلاکی ہے اور عالم کے لئے جو عمل نہیں کرتا۔

۸- اَلْوَحْدَةُ خَيْرٌ مِنْ جَلِيْسِ السُّوْءِ (حاکم)

بُرے ہمنشیں سے تنہائی بہتر ہے۔

۹- اَلْوَلَدُ الصَّالِحُ رَيْحَانٌ مِنْ رَيَاحِيْنِ الْجَنَّةِ (نوادر دیلمی)

نیک اولاد جنت کے پھولوں میں سے ایک پھول ہے۔

۱۰- لَا بَأْسَ بِالرُّقٰى مَا لَمْ تَكُنْ شِرْكًا (صحیح مسلم)

دم کرنے میں کوئی حرج نہیں، جب تک اس میں کلمۂ شرک نہ ہو۔

۱۱- لَا تُبْرِزْ فَخِذَكَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰى فَخِذِ حَيٍّ وَلَا مَيِّتٍ (متفق علیہ)

تو اپنے ران کو ننگا نہ کر، اور نہ کسی زندہ اور مُردہ کی ران کی طرف دیکھ۔

۱۲- هَدَايَا الْعُمَّالِ حَرَامٌ كُلُّهَا (بخاری)

سرکاری ملازمین کو ہدیہ لینا حرام اور رشوت میں داخل ہے

۱۳- هَلَكَتِ الرِّجَالُ حِيْنَ اَطَاعَتِ النِّسَاءَ (مسند امام احمد)

(آپ نے تین دفعہ فرمایا) مرد ہلاک ہوئے جس وقت عورتوں کے مطیع ہوئے

۱۴- هَلْ وَرَدَ النَّارَ اِلَّا عَانِدُ الْعَقْلِ (فردوس دیلمی)

آگ میں وہی داخل ہوتا ہے، جو عقل کا دشمن ہوتا ہے۔

۱۵- كُلُّ نَسَبٍ وَصِهْرٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا نَسَبِيْ وَصِهْرِيْ (محدث ابن عساکر)

ہر نسب اور رشتہ قطع ہو گا۔ مگر میرا نسب اور سسرال قطع نہیں ہو گا۔

۱۶- كَمَالُ الْاِيْمَانِ حُسْنُ الْخُلُقِ (محدث ابو الشیخ ابن حبان)

خوش خلقی ایمان کا کمال ہے۔

۱۷- كَمَا تَكُوْنُوْا يُوَلّٰى عَلَيْكُمْ اَوْ يُؤَمَّرُ عَلَيْكُمْ (بیہقی شعب الایمان، فردوس دیلمی)

جیسے تم ہو گے، ویسا ہی تم پر حاکم مقرر کیا جائیگا۔

۱۸- كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ (محدث ابن عدی)

جس طرح کرو گے، اسی طرح پاؤ گے۔

۱۹- اَلتَّفَقُّهُ فِي الدِّيْنِ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (دیلمی)

دین میں سمجھ پیدا کرنا، ہر ایک مسلم پر لازم ہے۔

۲۰۔ اَلْكِذْبُ مُسَوِّدٌ لِلْوُجُوْهِ وَالنَّمِيْمَةُ عَذَابُ الْقَبْرِ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

جھوٹ بولنا رو سیاہی ہے اور چغلی خوری قبر کا عذاب ہے

۲۱۔ اَلتَّحَدُّثُ بِالنِّعْمَةِ شُكْرٌ (محدث بیہقی)

نعمت کا بیان کرنا شکریہ ہی ادا کرنا ہے۔

۲۲۔ اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ (ترمذی۔ دارمی۔ دارقطنی)

سچا سوداگر انبیاء، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا

۲۳۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ (ابن ماجہ)

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیساکہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں

۲۴۔ تَدَاوَوْا فَاِنَّ الَّذِیْ اَنْزَلَ الدَّاءَ اَنْزَلَ الدَّوَاءَ (محدث ابن منیع)

علاج کرو، کیونکہ جس خدا نے بیماری نازل کی ہے اسی نے دوا بھی نازل کی ہے

۲۵۔ بَكِّرُوْا بِالْاِفْطَارِ وَاَخِّرُوا السَّحُوْرَ (ابن عدی)

افطار جلدی کیا کرو، اور سحری آخر کیا کرو۔

۲۶۔ اَظْهِرُوا النِّكَاحَ وَاَخْفُوا الْخِطْبَةَ (فردوس دیلمی)

نکاح کو ظاہر کرو اور منگنی کو پوشیدہ کرو۔

۲۷۔ اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ طَلَبُ الْعِلْمِ (فردوس دیلمی)

بہترین عبادت علم کا طلب کرنا ہے۔

۲۸۔ كَانَ يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ (شرح السنۃ)

حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکین مہاجرین کے وسیلے سے دعا مانگتے تھے۔

۲۹۔ اَنْهِكُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللِّحٰی (بخاری)

مونچھوں کو کترو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

۳۰۔ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ (نوادر الاصول حکیم ترمذی)

خدا کے اولیاء وہ لوگ ہیں جن کو دیکھنے سے خدا یاد آجائے۔

۳۱۔ اَوَّلُ مَنْ خَطَّ بِالْقَلَمِ اِدْرِيْسُ

پہلا خط قلم سے حضرت ادریس نے لکھا۔

۳۲۔ اَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِیْ اَبُوْبَكْرٍ (فردوس دیلمی)

میری امت میں سب سے پہلے جو بہشت میں داخل ہوگا وہ ابوبکر ہے

۳۳۔ اَوَّلُ مَنْ يُّعْطٰی كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ عُمَرُ ([illegible])

سب سے پہلے (میری امت میں سے) جسے دائیں ہاتھ میں عملنامہ دیا جائے گا وہ عمر فاروق ہیں۔

۳۴- اَلَا اَسْتَحِیْ مِنْ رَّجُلٍ اِسْتَحْیٰ مِنْهُ الْمَلَائِکَةُ (مسند امام احمد)

کیا میں اس شخص (حضرت عثمان ذو النورین) سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔

•

۳۵- اَوَّلُ مَنْ صَلّٰی مَعِیَ عَلِیٌّ (محدث حاکم)

میرے ساتھ سب سے پہلے نماز علی نے پڑھی۔

•

۳۶- اَلْاَنَاةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّیْطٰنِ (ترمذی)

صبر اللہ کی طرف سے ہے اور جلدی شیطان کی طرف سے۔

•

۳۷- اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ (ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

تمام انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں۔

•

۳۸- بَاکِرُوْا الصَّدَقَةَ فَاِنَّ الصَّدَقَةَ تَخَطَّی رِقَابَ الْبَلَاءِ (ابو الشیخ ابن حبان)

صدقہ سویرے دیا کرو کیونکہ صدقہ آفات کی گردن پھاندتا ہے۔

•

۳۹- بِرُّ الْحَجِّ اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ۔ (ترمذی)

مقبول حج لبیک میں آواز بلند کرنا اور قربانی کرنا ہے۔

•

۴۰- شِرَارُ الْعُلَمَاءِ الَّذِیْنَ یَاْتُوْنَ الْاُمَرَاءَ (محدث بزاز)

بُرے علماء وہ ہیں جو (بغیر ضرورت) امیروں کے پاس جاتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْن

رباعی

ترا نور ابتدائے جہاں ہے
شفاعت تیری انتہائے جہاں ہے
تو ہے باعث حسن امروز و فردا
تری حمد ہی انتہائے بیاں ہے

سید میر احمد شاہ صاحب کیمبل پوری ایڈووکیٹ

رباعی

یا محمد کہہ رہے ہیں بے سبب کہتے نہیں
ہے یقیں مرے مخاطب بے خبر رہتے نہیں
عبدہٗ ہیں پاک ہیں اور صاحب لولاک ہیں
ہیں نبی آخریں اور آپ ہم جیسے نہیں

نو باسمہ تعالیٰ شانہ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی حبیبہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین

(مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد صاحبداد صاحب جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ سکھر)

مسئلہ قضا و قدر

علماء اسلام سے سوال؟

ابن رید تفقی زندیق نے جو ساتویں صدی ہجری میں گذرا ہے ملک شام کے ذمی یہودی کے نام سے مسئلہ قضا و قدر کے متعلق ایک نظم لکھ کر علماء اسلام سے سوال کیا ہے جس کو طبقات شافعیہ کبریٰ میں علامہ تاج الدین عبدالوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ / ۱۳۶۶ء جلد ششم صفحہ ۲۳۲ اس نظم سے زندیق کا اصل مقصد اسلام کے اصولوں پر اعتراض کر کے عوام میں الحاد پھیلانا تھا؛ بفضلہ تعالیٰ اس کے جواب میں پورے بسط کے ساتھ ایک مدلل رسالہ بنام "الہام القدیر فی مسئلۃ التقدیر" تازہ لکھا گیا ہے انشاء اللہ العزیز نقل کے بعد اشاعت کے لئے عنقریب بھیجا جائیگا، نظم یہ ہے

۱۔ اَیَا عُلَمَاءَ الدِّیْنِ ذِمِّیُّ دِیْنِکُمْ ، تَحَیَّرَ دُلُّوْهُ بِاَوْضَحِ حُجَّةٍ

اے علماءِ دین تمہارے دین کا بنایا ہوا ایک ذمی پریشان ہے روشن دلائل سے اس کی رہنمائی کیجئے۔

۲۔ اِذَا مَا قَضٰی رَبِّیْ بِکُفْرِیْ بِزَعْمِکُمْ ، وَلَمْ یَرْضَهُ فَمَا وَجْهُ حِیْلَتِیْ،

جب کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے عقیدے کے مطابق میرا کفر مقدر کر دیا ہے اور کفر سے اللہ تعالیٰ راضی بھی نہیں تو بتلاؤ میرے لئے کیا چارہ ہے،

۳۔ دَعَانِیْ وَسَدَّ الْبَابَ عَنِّیْ فَهَلْ اِلٰی ، دُخُوْلِیْ سَبِیْلٌ بَیِّنُوْا لِیْ قَضِیَّتِیْ،

مجھے اسلام کی دعوت دے کر ہدایت کا دروازہ مجھ سے بند کر دیا تو میرے داخل اسلام ہونے کا کوئی راستہ ہے؟ بتاؤ میرے لئے کیا فیصلہ ہے

۴۔ قَضٰی بِضَلَالِیْ ثُمَّ قَالَ ارْضَ بِالْقَضَا ، فَهَا اَنَا رَاضٍ بِالَّذِیْ فِیْهِ شِقْوَتِیْ'

میری گمراہی مقدر فرما کر پھر کہا کہ میری قضا پر راضی رہ تو میں اپنی اس بدبختی پر راضی ہوں۔

۵۔ فَاِنْ کُنْتُ بِالْمَقْضِیِّ یَا قَوْمِ رَاضِیًا ، فَرَبِّیْ لَا یَرْضٰی بِشُؤْمِ بَلِیَّتِیْ'

اے میری قوم اگر میں اپنے مقدر پر راضی ہوتا ہوں تو میرا رب میری بدنصیبی پر راضی نہیں ہوتا۔

۶۔ فَهَلْ لِیْ رِضَاءُ مَا لَیْسَ یَرْضَاهُ سَیِّدِیْ ، وَقَدْ حِرْتُ دُلُّوْنِیْ عَلٰی کَشْفِ حَیْرَتِیْ

تو میں کیسے پسند کروں جس کو میرا مالک پسند نہیں کرتا اور میں حیران ہوں میری حیرت دور کیجئے۔

۷۔ اِذَا شَاءَ رَبِّیْ الْکُفْرَ مِنِّیْ مَشِیَّةً ، فَهَا اَنَا رَاضٍ بِاتِّبَاعِ الْمَشِیَّةِ ،

جب میرے کفر کو میرے رب نے چاہا ہے تو میں اس کی چاہت میں راضی ہوں۔

۸۔ فَهَلْ لِیْ اِخْتِیَارٌ اَنْ اُخَالِفَ حُکْمَهٗ ، فَبِاللّٰهِ فَاشْفُوْا بِالْبَرَاهِیْنِ عِلَّتِیْ'

تو کیا پھر میرے لئے اختیار ہے کہ میں اس کے حکم کی مخالفت کروں؟ تو اب خدا کے لئے روشن دلائل سے مجھے شفا دو۔

نعلینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

یُں ہوں غرقِ بحرِ عصیاں تو خبر شہِ مدینہ ✗ میرے ناخدا، خدارا میرا پار کر سفینہ
تم مجمعِ صفاتِ اوصافِ مُرسلاں ہو ✗ ہر نازنیں کے پائے انداز نازنینہ
وہ طُور پر ہوں حاضر تم عرش پر ہو مہماں، ✗ ہر بات ہے نرالی ہر بات میں قرینہ
فاراں کی گھاٹیوں میں وہ اُحد کی چوٹیوں پہ ✗ اُمت کی مغفرت کو کیا رات بھر شبینہ
ناداں ناسمجھ ہوں تیرے در سے مانگنے کا ✗ آقا نہیں سلیقہ آقا نہیں قرینہ
بالیں پہ آکے آقا دیدار تو دکھا دیں ✗ اللہ جب کہ آئے مجھے موت کا پسینہ
نعلینِ مُصطفےٰ کا ہو تاج میرے سر پہ ✗ ہوں تاجدارِ عالم میرا دلیس ہو مدینہ
یَیں پی رہا کہ تیرا ساقی پلا رہا ہے، ✗ بھری ہے شرابِ وحدت میرا دل، آبگینہ
آلِ نبی کا صدقہ دے نُور، نُور والے ✗ دل نُور سے ہو روشن معمور ہو سینہ

اِس نور کو بھی آقا کملی میں ڈھانپ لیجے
تیرے در پہ آگیا ہے سیہ کار اِک کمینہ

الحاج میاں نور محمد نور خالدی نقشبندی جماعتی، شاعر آستانہ علی پور، نذرِ نبوی

نعتِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

★ خانزادہ سمیع الوری، نوشہرہ فیروز،

نگاہوں میں جلوے خیالوں میں طوفاں خدا جانے کیسا مقام آرہا ہے
قدم شوقِ منزل میں ہیں بہکے بہکے لبوں پر محمدؐ کا نام آرہا ہے

نگاہوں میں جلوے سمانے لگے ہیں، تصور میں وہ آنے جانے لگے ہیں
میرے دل کی دُنیا بسانے لگے ہیں حبیبِ خدا کا پیام آرہا ہے

فضاؤں میں مستی ہوائیں معطرّ نشہ سارے عالم پہ چھانے لگا ہے
میری میکشی زاہدا آکے دیکھو شرابِ طہورا کا جام آرہا ہے

دیارِ حرم اب قریب آرہا ہے تصور میں روضہ بسا جا رہا ہے
جبیں پھر سجدے جھکی جا رہی ہے یہ کیسا مقدس مقام آرہا ہے

نسیمِ مدینہ سے ہو کر گزرنا با آداب ان سے یہ پیغام کہنا ✗ سمیع زائرینِ مدینہ میں مل کر غلاموں کا تیرے غلام آرہا ہے

کاشفِ اسرارِ تصوف حضرت مولانا یوسف سلیم صاحب چشتی مدظلہ

اسلامی تصوف پر ایک نظر

یہ پُرمغز مضمون جس میں کتاب و سُنت اور تاریخ کی روشنی میں حقیقتِ تصوف پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے ماہنامہ حقیقتِ اسلام بابت ماہ اپریل و مئی ۱۹۲۲ء سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس کی دوسری قسط مئی کے شمارہ میں شائع ہوگی۔ اُمید ہے قارئین اس مضمون کی افادیت سے مستفید اور محظوظ ہوں گے۔ (مدیر)

درحقیقت تصوف (mysticism) ایک مخصوص طرزِ زندگی کا نام ہے۔ نہ کہ کسی علمی نظریہ کا، یعنی اس کا تعلق عمل سے ہے، نہ کہ الفاظ سے، اسی لئے نہ الفاظ کے ذریعہ سے کوئی شخص اس کی حقیقت اور اصلیت بیان کر سکتا ہے اور نہ محض اس طور سے دوسرا شخص اس سے آگاہ ہو سکتا ہے مثلاً جو کیفیات میدانِ جنگ میں ایک سپاہی پر طاری ہوتی ہیں وہ محض سننے سے سامعین پر طاری نہیں ہو سکتیں، اچھا شعر سُن کر وہ انسان جسے ذوقِ سلیم سے حصہ ملا ہو، سر دُھننے لگتا ہے۔ نیز موسیقی سے لوگوں پر ایک حالت کیف طاری ہو جاتی ہے لیکن اُس سرور کو جو شعر یا نغمہ سے حاصل ہوتا ہے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ صوفی کہتا ہے "لاموجود الا اللہ" خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے یا ایک عاشق صادق کہتا ہے ؎

سمایا ہے تو جب سے نظروں میں میری
جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

عام آدمیوں کی سمجھ میں نہ وہ بات آ سکتی ہے، نہ یہ بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم جدھر نگاہ اٹھائیں ایک ہی شے نظر آئے؟ کائنات میں تو بےشمار چیزیں ہیں، جس طرف نگاہ اٹھ جاتی ہے نئی نئی اور مختلف چیزیں نظر آتی ہیں لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ عاشق کو سوائے اپنے معشوق کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اب جب تک انسان پر وہی کیفیت طاری نہ ہو جو عاشق پر طاری ہے وہ اس شعر کا حقیقی طور پر مطلب نہیں سمجھ سکتا، اور نہ عاشق کے اس قول کی صداقت کو دریافت کر سکتا ہے۔ عاشق نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے، اُسے جھوٹ بولنے یا غلط بیانی سے فائدہ بھی کیا ہو سکتا تھا؟ لیکن عام لوگ اس کی تہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ اسی طرح "لاموجود الا اللہ" کا معاملہ ہے لفظوں میں اس کی حقیقت بھی بیان نہیں ہو سکتی ؏

ذوقِ ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی!

تصوف تجربہ و مشاہدہ سے تعلق رکھتا ہے، یہاں منطقی موشگافیوں اور عقلی بحثوں سے کام نہیں چل سکتا۔ وہ تو سراسر حال ہے، اسے قال سے کیا واسطہ؟

لیکن ان باتوں کے باوجود انسان کی فطرت میں تلاش اور جستجو کا مادہ موجود ہے۔ وہ حتی المقدور ہر چیز کو جاننا چاہتا ہے۔ اسی لئے تصوف پر صوفیاء اور حکماء نے کتابیں لکھی ہیں

اور جس حد تک یہ فن ضبطِ تحریر میں آ سکتا ہے، اس پر خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو تجارب اور مشاہدات ایک صوفی یا عاشق کو حاصل ہوتے ہیں۔ وہ تو بذریعہ الفاظ بیان ہو ہی نہیں سکتے، خود صوفی بھی چاہے تو بیان نہیں کر سکتا، لیکن صوفیائے کرام نے حتی الامکان اس حقیقت کے چہرے سے پردہ اٹھایا ہے اور قابلِ بیان امور بیان کئے ہیں جن کی بدولت عام لوگوں کو کچھ نہ کچھ معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ علاوہ بریں تصوف کا ایک علمی پہلو بھی ہے۔ یعنی یہ کہ صوفیائے عظام نے کم از کم یہ تو ہمیں بتا دیا ہے کہ تصوف سے مراد کیا ہے، اور صوفی کسے کہتے ہیں؟ وہ کن امور میں منہمک رہتے ہیں؟ ان کا نصب العین کیا ہوتا ہے؟ نیز یہ کہ مذہب کے متعلق صوفی کا زاویۂ نگاہ کیا ہوتا ہے؟ فلسفی مسائل کے متعلق صوفی کیا رائے رکھتا ہے؟ خدا، کائنات، اور انسان ان حقائق ثلاثہ کو وہ کیا سمجھتا ہے، کس روشنی میں دیکھتا ہے، وغیرہ پس جس قدر لوگوں نے تصوف پر کتابیں لکھی ہیں یا بحثیں کی ہیں۔ وہ سب اسی قبیل سے ہیں۔ یعنی انہوں نے تصوف کے علمی پہلو کو لیا ہے خواہ وہ نولڈکی ہوں یا نکلسن اور عبدالماجد ہوں یا یہ ذرۂ بے مقدار

کائنات میں ہر چیز کے دو پہلو ہیں۔ ایک ظاہر دوسرا باطن۔ رنگ پھول کا ظاہری پہلو ہے اور خوشبو باطنی۔ چھلکا میوے کا ظاہری پہلو ہے اور مغز باطنی۔ اسی طرح جسم انسان کا ظاہری پہلو ہے، روح باطنی، یہ بات محتاجِ بیان نہیں کہ باطنی پہلو ظاہری سے زیادہ رفیع اور قابلِ اعتناء ہے۔ اگرچہ اس دورِ مادیت میں انسان "پوست" میں اس درجہ منہمک ہے کہ مغز کی طرف سے غافل نظر آتا ہے لیکن یہ غفلت مغز کی اہمیت کو کم نہیں کر سکتی، ہر زمانہ اور ہر قوم اور ہر ملت میں ایسے برگزیدہ نفوس برابر پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے نہایت زور شور کے ساتھ اس بات کا اعلان کیا ہے، کہ انسان محض عناصر کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کی زندگی کا ایک روحانی پہلو بھی ہے جو مادی پہلو سے بہت زیادہ اہم ہے، یا بالفاظِ دیگر روحانیت ہی حقیقی انسانیت ہے۔ چونکہ باطن ہمیشہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ اس لئے عام لوگوں کی نگاہ اس تک نہیں پہنچ سکتی رنگ آنکھ سے نظر آتا ہے لیکن خوشبو نظر نہیں آتی۔ اس کو معلوم کرنے کے لئے قوتِ شامہ درکار ہے۔ اسی طرح جسم آنکھ سے نظر آتا ہے روح نظر نہیں آتی، اس کو معلوم کرنے کے لئے بصیرت کی ضرورت ہے۔ اگر کسی شخص میں قوتِ شامہ نہ ہو۔ تو وہ یہ نہیں بتا سکتا کہ دنیا میں خوشبو بھی کوئی چیز ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص میں بصیرت نہ ہو۔ تو وہ انسان کے روحانی پہلو کے متعلق نہ واقف ہو سکتا ہے نہ کوئی حکم لگا سکتا ہے۔

کس قدر افسوس ہے کہ ہم محض سائنسدانوں کے کہنے سے روح کے منکر ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ سائنس روح کے عدم و وجود کے متعلق فیصلہ کرنے کا اہل ہی نہیں ہے۔ سائنس کا تعلق عالم محسوسات سے ہے اور مذہب کا (تصوف مذہب کے باطنی پہلو کا نام ہے) عالم روحانیات سے۔ دونوں کا میدانِ عمل، دائرۂ تاثیر، موضوع، طریقِ کار اور مقصود غرضیکہ ہر بات ایک دوسرے سے جدا ہے۔ جس طرح مذہب کا یہ منصب نہیں کہ سائنٹیفک امور میں رائے زنی کرے یا سائنس کے فیصلوں کی توثیق و تغلیط کرے۔ اسی طرح سائنس کو یہ حق حاصل نہیں کہ عالم روحانیات میں مادی قوانین نافذ کرے۔ جس طرح مذہب کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ پانی کن چیزوں سے مرکب ہے۔ اسی طرح سائنس کو اس امر سے کوئی علاقہ نہیں کہ دل کس طرح مہبطِ انوار بنتا ہے؟ سائنس میں خارجی واقعات، مظاہرِ کائنات، سلاسلِ علل و اسباب اور اصول و قوانینِ فطرت سے بحث ہوتی ہے۔ مذہب میں نیکی و بدی، خیر و شر، عذاب و ثواب، تزکیۂ نفس و تصفیۂ اخلاق، حشر و نشر، فنا و بقا، خدا اور انسان

سے بحث ہوتی ہے۔ جس طرح مذہب ہم کو روشنی کی رفتار معلوم کرنے کا طریقہ نہیں بتا سکتا۔ اسی طرح سائنس ہم کو خدا تک پہنچنے کا راستہ نہیں دکھا سکتی۔

جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں۔ تصوف مذہب کے باطنی پہلو کا نام ہے۔ اور اسی لئے ہر مذہب میں تصوف کا وجود پایا جاتا ہے کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ اور میری رائے میں تصوف مذہب سے علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر شریعت مذہب کا جسم ہے تو تصوف اس کی روح ہے۔ شریعت ظاہر کو دیکھتی ہے طریقت (تصوف) باطن پر نگاہ کرتی ہے۔

انسان کو ہر زمانہ میں خدا سے ملنے کی تڑپ رہی ہے سائنس کو تو اس تپش دردنی سے کوئی علاقہ ہی نہیں وہ بیچارہ اس کوچہ سے نابلد محض ہے۔ ع

خدا باہر ہے حدِ دوربیں سے!

فلسفہ ایک حد تک اور ایک مقام تک انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ یعنی منزلِ مقصود کی طرف اشارہ کر دیتا ہے۔ ع

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

مذہب (بشکلِ تصوف) اس جادۂ صد سالہ کو طے کرا دیتا ہے سائنس ہمیں بتاتا ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ قوانین کا تابع ہے اور اس جگہ اس کی سرحد ختم ہو جاتی ہے۔ فلسفہ ایک قدم آگے بڑھتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ عقلاً محال ہے کہ قانون بغیر کسی قانون ساز کے موجود یا نافذ ہو سکے۔ ضرور کوئی واضع قانون پسِ پردہ کام کر رہا ہے۔ کوئی ہے ضرور لیکن وہ کون ہے؟ کیا ہے۔ یہ عقل کے بس کی بات نہیں فلسفہ کی سرحد یہاں ختم ہو جاتی ہے مذہب ایک قدم اور آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے :-

"اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ" اور اس سے ملنے کا راستہ بتاتا ہے۔ اس راستہ پر چلنا تا کہ خدا مل جائے (تصوف) کہلاتا ہے۔

سائنس آلاتِ خارجی اور مشاہدہ و تجربہ کی وساطت سے اس کائنات کے حقائق دریافت کرتا ہے۔ فلسفہ عقل و ادراک اور غور و فکر کی مدد سے کائنات کی گتھی کو سلجھاتا ہے۔ مذہب شریعت اور دستور العمل پیش کرتا ہے۔ تصوف عشق اور محبت کو حصولِ مقصد کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔

من بندۂ آزادم عشق است امام من
عشق است امام من عقل است غلام من

الغرض تصوف مذہب کی روح یا اس کی باطنی حقیقت کا نام ہے۔ اور جو لوگ مذہب کی حقیقت سے نا آشنا ہیں وہ اُسے مذہب سے جُدا یا اُس سے بالاتر کوئی چیز سمجھتے ہیں۔ لیکن حقیقی تصوف نہ مذہب سے جُدا ہے نہ اُس سے بالاتر ہے بلکہ خود مذہب کی بہترین اور صحیح ترین تعبیر ہے نماز بیشک ضروری چیز ہے لیکن مذہب کا اصلی مقصد انسان کو نمازی بنانا نہیں ہے بلکہ خدا سے ملانا۔ کما قال اقبال

مردِ مومن در نسازد با صفات
مصطفیٰ راضی نشد اِلّا بذات

چونکہ صداقت ہر زمانہ میں ایک ہی رہی ہے۔ اسی لئے تصوف بھی ہر زمانہ اور ہر قوم میں یکساں اصولوں کے ماتحت رہا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ خودی کو مٹاؤ۔ عاجزی اور فروتنی اختیار کرو۔ خدا کی تمام مخلوقات سے محبت کرو۔ اور سوائے خدا کے اور کسی سے تعلق نہ رکھو۔ شیخ سعدی نے تصوف کی تعریف صرف ایک شعر میں بیان کر دی ہے ؎

تصوف بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

اب ہم یہ دیکھیں گے کہ اسلام سے پہلے کن کن اقوام میں اور کس کس شکل میں تصوف کا چرچا رہا ہے اس کے بعد اسلام کی طرف متوجہ ہوں گے۔

(ا) ہنود میں تصوف ماخوذ از مخزن مارچ ۱۹۴۰ء

ہندوستان کو عام طور سے تصوف کا سرچشمہ خیال کیا جاتا ہے۔ چونکہ ہنود کو فنِ تاریخ سے کبھی لگاؤ نہیں رہا۔ اس لئے ان کی تاریخ آج پردۂ اخفا میں روپوش ہے۔ تاہم جو کچھ ان کی مذہبی کتب سے معلوم ہو سکتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آجکل جسے یوگ (योगी) اور سنیاس (सन्यास) کہتے ہیں۔ اصل میں یہی ان کا تصوف تھا۔ جو اختلافِ تعبیر و ذوق سے کچھ کا کچھ ہو گیا ہے۔ اس کی روح عرصہ دراز سے مفقود ہو چکی ہے، اور اب صرف ظاہری شکل باقی رہ گئی ہے، جسے اصل حقیقت سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ آج کل یوگی (جوگی) اور سنیاسی وہ کہلاتا ہے جو علوم سے بے بہرہ ہو، گداگری کرتا ہو، بدن سے ننگا جسم پر بھبوت ملے ہوئے، ایک ہاتھ میں چمٹا یا ترسول اور دوسرے میں چمبل لئے ہوئے، وحشیوں کی طرح دربدر اور کوچہ بکوچہ مارا مارا پھرتا ہو۔ موجودہ اور سابقہ لوگ میں وہی فرق ہے، جو زندہ اور مردہ میں نظر آتا ہے۔ جن تعلیمات پر ہندی تصوف کی بنیاد قائم کی گئی تھی۔ اور جن کو ہم اصل اصول کہہ سکتے ہیں، وہ یہ ہیں :-

" روحِ مطلق (برہما) تمام مخلوقات میں سمائی ہے خواہ وہ اعلیٰ درجہ کی ہوں یا ادنیٰ درجہ کی۔ اس روحِ مطلق میں بے انتہا شکلیں اس طرح نکلتی ہیں جس طرح آگ سے چنگاریاں، اور یہ شکلیں عالم کی مختلف مخلوقات کو حرکت میں لاتی ہیں، جو شخص اپنے اندر اس روحِ مطلق کا احساس کرتا ہے تو پھر اس کے نزدیک تمام مخلوقات کا درجہ مساوی ہو جاتا ہے، وہ ہر شے میں برہما کی جلوہ گری دیکھتا ہے اور ترقی کر کے برہما میں شامل ہو جاتا ہے روح کا مفہوم خدا کے مفہوم سے علیحدہ نہیں ہر ذی روح کی روح روحِ برہما کی روح کا پرتو ہے، عالم کا دارومدار برہما پر ہے اور وہی تمام ذوی الارواح کے افعال اور حرکات کا سبب ہے

انسان کو چاہیئے کہ روحِ مطلق (برہما) کو تمام عالم کا پادشاہ تسلیم کرے اس کا وجدان صرف مراقبہ کی حالت میں ہو سکتا ہے

الغرض ہندو تصوف (ویدانت) میں خدا کو غیر مشخص مانا گیا ہے، اور یہ ہستی تمام عالم کے تغیرات کا سرچشمہ ہے۔

اُپنشدوں کی تعلیم یہ ہے کہ صرف روح یا روحانی شعور ہی حقیقی علم کے حصول کا ذریعہ ہے اور اگر انسان اپنی روحانی قوتوں کو صحیح طور پر تربیت کرے تو روح میں اس قدر قوت پیدا ہو سکتی ہے کہ وہ برہما یا حقیقت الحقائق کا نظارہ کر سکتی ہے اور یہ نظارہ ممکن اس لئے ہے کہ آتما اور برہما دونوں بلحاظ اصل ایک ہیں، ان دونوں میں جو جدائی نظر آتی ہے یہ نظر کا دھوکا ہے جو مادہ کی مداخلت سے پیدا ہو گیا ہے۔ نمک کی ڈلی پانی میں گھول دو تو کل پانی نمکین ہو جائیگا۔ ڈلی سب جگہ ہے اور کہیں نہیں اسی طرح روح جسم انسانی میں سب جگہ ہے اور کہیں نہیں۔

ان تعلیمات میں "ہمہ اوست" کا رنگ صاف طور سے نمایاں ہے اور آئندہ اوراق میں دکھایا جائیگا کہ نویں صدی میں اسلامی تصوف پر بھی ان خیالات کا اثر طاری ہو گیا تھا۔

(ب) ایرانی تصوف

ایران میں تصوف کی ابتداء حضرت زرتشت کی تعلیمات سے ہوئی مجوسی ان کو اپنا پیغمبر مانتے ہیں اور وہ خود بھی نبوت کے مدعی تھے۔ ان کی مقدس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سارا زور ایرانیوں کے اخلاق کی درستی پر صرف کیا یہ مقدس کتاب جس شاندار تصوف کی تعلیم دیتی ہے اس کا مدعا یہ ہے کہ معبودِ برحق صرف ایک ذات پاک ہے جو خود مادہ سے بری ہے لیکن اس پر قدرتِ کاملہ رکھتی ہے، اس ذاتِ پاک نے اپنی مشیت سے انسان کو پیدا کیا اور جمیع مخلوقات اس کے فائدہ کے لئے بنائیں، یہ ذات تمام صفاتِ حسنہ اور اوصافِ محمودہ کا مجموعہ ہے، فوج در فوج فرشتے

اس کے خادم ہیں نیکوں کو دوست رکھتی ہے اور بدوں سے بیزار ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زرتشت نے دو خداؤں کی تعلیم نہیں دی تھی۔ ان کے مرنے کے بعد ان کے پیرو غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ بعض اوقات بدی نیکی پر غالب آ جاتی ہے اس سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ غالباً نیکی کے خدا کی طرح بدی کا بھی خدا ہے۔ اس خیال نے یزدان کے ساتھ اہرمن کا عقیدہ بھی پیدا کر دیا۔ اہرمن یزدان کے کاموں میں خلل انداز ہوتا ہے۔ اور یزدان کو یہ وسعت نہیں کہ اُسے مغلوب کر سکے۔

الغرض زرتشت کے مرنے کے بعد اُن کی تعلیم مسخ ہو گئی اور توحید کی جگہ ثنویت (Dualism) کا عقیدہ رائج ہو گیا لیکن بیعت کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ دراصل زرتشت نے ایک خدا کی تعلیم دی تھی اور ان کے مذہب میں اعلیٰ تصوف کے عناصر موجود ہیں، جب کسی شخص کو مذہب میں داخل کیا جاتا تھا تو اس سے یہ اقرار کیا جاتا تھا:۔

"میں ایک خدا پر ایمان لاتا ہوں جو زمین و آسمان اور جملہ مخلوقات کا خالق ہے، ہم اسی کو پوجتے ہیں، اسی کو سجدہ کرتے ہیں اسی سے مدد مانگتے ہیں، ہمارا معبود نہ متجسد ہے نہ متشکل نہ محدود نہ مجبور نہ کوئی اس کے مانند ہے نہ مثیل نہ اس کی عظمت کی توصیف ممکن ہے اور نہ ہماری عقل اس کی کنہ تک پہنچ سکتی ہے اس کے ہزاروں نام ہیں لیکن پہلا نام اہرمزد (صاحب حکمت و روح) ہے۔ خدا ایک ہے زرتشت اس کے رسول ہیں اوستا ہماری مقدس کتاب ہے ہمیں لازم ہے کہ اپنے آپ کو پورے طور پر مشیت الٰہی کے حوالہ کر دیں یوم آخرت پر ایمان رکھیں بہشت کے امیدوار رہیں اور یہ یقین رکھیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ہو گی اور حساب کتاب ہو گا"

ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ تمام باتیں دراصل تصوف کی مدرج ہیں ان پر عمل کرنے سے ایک شخص نہایت پاکیزہ زندگی بسر کر سکتا ہے۔

چینی تصوف

چین کے باشندے زیادہ تر حکیم کنفوشس کے پیرو ہیں جو مشہور مصلح گزرا ہے۔ اس کا قول ہے:۔

"میری تعلیمات اور عملیات کا مستقر صرف یہ ہے کہ بنی نوع آدم اپنی اخلاقی حالت درست کریں خیالات کردار، گفتار، اوضاع اور اطوار کو سنواریں صورت اور سیرت دونوں کو پاکیزہ بنائیں اور ظاہر و باطن میں شان وحدت پیدا کر کے اپنے آپ کو دنیا کی بہترین زندگی کا حامل بنائیں۔"

اس قول ہی سے ثابت ہے کہ کنفوشس کی تعلیم سراسر تصوف کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہو گی کیونکہ تصوف اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے کہ انسان اپنے باطن کو بھی ظاہر کی طرح آراستہ کرے۔ چینی تصوف کی بنیادی تعلیمات یہ ہیں:۔

۱۔ انسان غیر فانی ہے۔ مرنے کے بعد بھی زندگی ہے۔
۲۔ اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ کاہلی اور گداگری سے بچے اپنی روزی کے لئے جس قسم کی محنت و مشقت کر سکے بخوشی کرے،
۳۔ دوسرا فرض یہ ہے کہ سب کے ساتھ ہمدردی کا ثبوت دے ہمدردی پر نظام عالم قائم ہے اگر لوگوں میں ہمدردی نہ ہو تو دنیا رہنے کے قابل نہ رہے
۴۔ انسانی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ اپنے سے ایک برتر ہستی کے ساتھ اتحاد پیدا کیا جائے۔

ان باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تصوف کی بنیاد اعتقاد اور ہمدردی باہمی اور کوشش پر قائم ہے اور کنفوشس نے ان دونوں اصولوں کے متعلق نہایت عمدہ تعلیم دی ہے جس پر عمل کرنے سے انسان تزکیہ نفس کے مدارج طے کر سکتا ہے

اَنواعِ قراءت القرآن

قرآن کی تین قسمیں ہو سکتی ہیں :-

۱۔ نظم مع لحاظ معنی ۲۔ نظم مجرد یعنی بغیر لحاظ معنی ۳۔ معنی مجرد یعنی محض ترجمہ بزبان دیگر۔

پس اول (نظم مع لحاظ معنی) جامع اور عین قرآن ہے اور یہی پورے اجر کا حامل ہے۔ یعنی قرآن خوان اگر چاہے کہ سارا اجر اس کو ملے تو یہ بات اس کے بغیر نہیں ہو سکتی کہ وہ قرآن شریف کی اصل عبارت کے ساتھ ان کے معانی کو بھی سمجھ لے کہ قرآن پڑھنے کا اصل مقصود و نتیجہ یہی امر ہے کہ معنی کو سمجھ لیگا۔ تو اس پر عمل بھی کر سکے گا۔ بغیر سمجھے عمل ناممکن ہے مگر یہ بات یا جب اس کو کوئی بات سمجھ آجائیگی تو جو کے الفاظ یہاں یوں ہیں کہ بڑے شرم کی بات ہے کہ سارا قرآن تو حفظ ہو نوک زبان پر طوطے کی طرح رات دن اس کو رٹتے مگر معنی اس کے معلوم نہ ہوں نہ حرام کی خبر ہو نہ حلال کی نہ محکم کی پہچان ہو نہ متشابہ کی نہ مجمل کی شناخت ہو نہ مفصل کی نہ ترغیب کو جانے نہ ترہیب کو پہچانے فقط عبارت کا پڑھنا الفاظ کا منہ سے نکالنا آتا ہو سو جو شخص نرے لفظ قرآن کے یاد کر لیتا، مگر معنی نہیں سمجھتا وہ بے شبہ اس اجر گراں ثواب نمایاں سے محروم ہے۔ جو حدیثوں میں آیا ہے۔ گو مجرد تلاوت یا قراءت کے کسی قدر اجر سے محروم نہ رہے مگر عالم کا اجر بے شبہ نرے قاری سے دو چند سہ چند بلکہ ہفت صد چند بلکہ اس عدد سے بھی زیادہ بقدر قلت و وسعت علم و عمل کے ہوتا ہے۔ ع

بقدر بحر باشد وسعت آغوش ساحلہا

اور اس معنی کی تفصیل میں علماء کرام نے مستقل جزیں تالیف و تصنیف کیں فجزاہم اللہ تعالیٰ انتہی

(۲) دوسرے (نظم مجرد بغیر لحاظ معنی) کے قرآن ہونے میں کچھ شک و ریب نہیں اگرچہ بوجہ عدم تصور معنی قاری اس کے بعض فوائد عظیمہ معنویہ سے مستفید و مستفیض نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو شخص قرآن کا ماہر ہے وہ ان فرشتوں کے ہمراہ ہوگا جو بزرگ نیک کاتب اعمال و احوال ہیں اور جو شخص قرآن اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور یہ پڑھنا اس پر مشکل ہے تو اس کو دوہرا اجر ہے، یہ حدیث صریح ہے کہ نرا قرآن کا بغیر فہم و معنی بھی اجر سے خالی نہیں بلکہ جس کی زبان نہیں چلتی اس کو بہ نسبت صاف پڑھنے والے کے دگنا اجر و ثواب ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ قراءت میں اسی سے امر قراءت پورا ہو جاتا ہے۔

(۳) تیسری قسم (معنی مجرد یعنی محض ترجمہ بزبان دیگر) اگرچہ بحیثیت جزئیت بعض فوائد میں ابلغ ہے اور بلحاظ عمل بالاحکام قرآنی بھی مفید و نافع ہے مگر شرف و فضیلت بحیثیت تلاوت کے حصول سے بالکل معرا و خالی ہے۔ کیونکہ جو جامعیت اعجاز اور حاملیت اسرار اصل کلمات ربانیہ میں ہے وہ کسی دوسرے کے کلمات میں کب حاصل ہو سکتی ہے۔ ذرا دیکھئے خود حضور آقائے مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی زبان دُرافشاں کے کلمات مبارکہ طیبہ طاہرہ و مقدسہ (عربیہ) ہونے کے باوجود کہ انہیں

مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ،

کا مصداق بھی کر دیا گیا ہے لیکن پھر بھی فصاحت و بلاغت قرآنی کو نہیں پہنچ سکتے، جو حلاوت و طلاوت کلمات قرآنی میں

ہے وہ نہیں حاصل ہو سکتی تو پھر کسی اور کی کیا مجال ہے کہ اس کے پیش کردہ کلمات میں وہ لطف و ذوق حلاوت و طلاوت مل جائے جو قرآن کے اصل کلمات عربیہ الٰہیہ میں ہے ؎

کجا قرآن کجا ایں گفتگوئے غیر
چہ نسبت خاک را با عالم پاک

بلکہ انہیں الفاظ عربیہ ربانیہ کو اُلٹی اور جوڑ سے پڑھ دیجئے، لطف و ذوق جاتا رہیگا۔ بلکہ قراءت ہی متصور نہ ہوگی کہ اس حیثیت سے جنبی اور حائضہ کو بھی ممانعت نہ رہی اور نماز میں اس طرح پڑھا تو نماز فاسد ہوگی، بزازیہ میں لکھا ہے،

"تفسد بتہجیہ بقدر القراءۃ لانہ من کلام الناس"
(قراءت کی مقدار قرآن کو ہجی سے پڑھا تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ وہ انسانی کلام ہے) بلکہ کلمات ربانیہ کے بجائے انہیں کے موافق دوسرے کلمات عربیہ یا تفسیریہ بزبان عربی پڑھے تو بھی یہی حال ہے کہ نہ قراءت ہے نہ نماز۔

تلویح میں ہے:-

"تبطل الصلوۃ بقراءۃ التفسیر اتفاقا" (تفسیر پڑھنے سے نماز بالاتفاق باطل ہوگی) اور المغنی لابن قدامہ صفحہ ۴۸۶ میں ہے: "ولا تجزئہ القراءۃ بغیر العربیۃ ولا ابدال لفظہا بلفظ عربی بہ قال الشافعی وابو یوسف ومحمد رحمہم اللہ تعالیٰ"
(نہیں کافی اس کو غیر عربی میں پڑھنا (قراءت کا) اور نہ اس کے اصل کلمات کو دوسرے عربی کے الفاظ میں بدلنے سے قراءت جائز ہے امام شافعی ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ کا یہی قول ہے)

تو جب حال خود قرآن کی ہجی یا اس کے مرادف الفاظ عربیہ کا ہے کہ اس میں وہ حلاوت و طلاوت، لطف و ذوق نہیں رہتا جو اصل کلام میں ہے بلکہ وہ قراءت ہی متصور نہ ہو سکے گی تو اسی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فقط ترجمہ اگرچہ اس نوعیت سے تو وہ لفظ سے تو سمجھا جا سکتا ہے کہ محمل اسی مفہوم پر مقصود ہے لیکن اس مترجمہ عبارت کو بلحاظ الفاظ و کلمات قرآن نہیں کہا جا سکتا، اور معتمد قول کے مطابق اگر اس (مترجمہ عبارت کی) قراءت و تلاوت کی جائیگی تو جس طرح لذت و حلاوت سے وہ کلام معرا ہے اسی طرح ثواب سے بھی خالی ہوگا۔ بلکہ یحرفون الکلم عن مواضعہ کی وعید شدید میں داخل۔ اگر نماز میں پڑھا گیا تو نماز فاسد یا باطل ہو جائیگی ہاں جو نو مسلم ہو گیا لیکن ابھی قراءت فاتحہ یا کوئی آیت قرآنی یاد نہ ہو سکی اس میں سے ابتدائی تھوڑی سی مدت میں معنی سمجھ لئے تو جب تک سیکھ نہیں لیتا اور کوشش جاری رکھتا ہے وہ اسی معنی کو استعمال کرے اگر وہ بھی نہیں تو اسی مقدار چپکے سے کھڑا رہ کر رکوع و سجود اور قیام و قعدہ ادا کرے جیسے اخرس (جس کو اردو میں گونگا کہتے ہیں) محض اشاروں پر اکتفا کریگا یہ ہے قول حضرت امام ہمام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جس کی آڑ میں بعض رخنہ پرداز غیر عربی میں بلکہ اردو میں نماز پڑھ لینے کا اعلان کر دیتے ہیں۔ بہت مدت گذری اسی فتنہ کے انسداد میں مولوی محمد امیر صاحب اکبرآبادی غالب پورہ کلاں نے ایک لمبے تنکے رسالہ مسمی بہ رہبر اسلام کے جواب میں شمس الاسلام نامی رسالہ لکھا تھا۔ خوب لکھا ہے اس کے ایک مقام میں یہ اشعار بھی درج کئے ہیں ؎

خدا ایسے شر سے بچائے سدا
یہ آخر زمانہ کا فتنہ اٹھا
ہے فتنہ دجال یہ بر ملا،
کہ قراءتِ قرآں چھڑانے لگا،
قرآن اور مادری گفتگو،
بتاتے ہے یکساں وہ سب بدرد
کہ اس حیلہ سے اس کی قراءت مٹے
نہ حافظ رہے اور نہ لکھا رہے

جو قربِ قیامت یہ مشہور ہے
حروف اور قرآن جاتا ہے
سو اس کی یہ صورت نمودار ہے!
نہ مانے اسے جو کہ ہشیار ہے!

یریدون ان لیطفئوا نور اللہ بافواھہم واللہ
متم نورہ ولو کرہ الکافرون

ظاہر ہے کہ مجبور و معذور تو رکوع و سجود کے بغیر بھی نماز ادا کر سکتا ہے اور ہمارے پیشوائے حق سراجِ اُمت حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اجازہ سے علماء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے صاف تصریح فرما دی کہ یہ اس کے حق میں ہے کہ جو عربی کی قرارت پر قادر نہ ہو سکا، جیسا کہ معتبرات فقہیہ میں تصریح ہو چکی اور حنبلیہ سے علامہ ابن قدامہ نے اپنی متعدد کتب میں نقل کیا اور ان کی معنی کے الفاظ یہ ہیں:-

"وقال ابوحنیفہ یجوز ذلک وقال بعض اصحابہ انما تجوز ذلک لمن لم یحسن العربیۃ"

(ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جائز ہونا کہا اور ان کے بعض شاگردوں نے اس کی (تفصیل و تشریح میں) کہا کہ یہ جواز ان لوگوں کے لئے ہے کہ جن سے عربی ٹھیک ادا نہ ہوتی ہو)

یہیں سے معلوم ہو گیا کہ اس جواز کا مقصود کیا تھا۔

اور چسپاں کہاں ہوتا ہے کیا اچھا کہا گیا ہے ؎

وکم من عائب قولا صحیحا
وآفتہ من الفھم السقیم

یہی شبہ حضرت امام صاحب کے زمانہ میں بھی پیش آگیا ہو گا جس کی بناء پر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قول سے رجوع کا اعلان کر دینے کی بھی ضرورت محسوس ہوئی اور آپ نے اس سے رجوع کر لینے کا اعلان کر دیا۔ علامہ شامی طحطاوی اور دیگر تمام فقہاء حنفیہ نے اس کو بیان کیا۔ حواشی نور الانوار اور تلویح وغیرہ میں بھی مذکور ہوا، متبعین نے اسی پر اعتماد اور فتویٰ رکھا جیسا کہ ھدایہ درالمختار وغیرہ معتبرات میں ہے چونکہ یہ جواز حضرت امام صاحب سے مرجوع عنہ ہے اس لئے بہرحال وہ قابلِ عمل نہ رہا۔ پس اس قول کی آڑ بے معنی ٹھہری اور قرأت اسی عربی منزل علی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر درست نہ ہوگی ھذا ما عندی واللہ اعلم۔

پس اس تیسری کے جامعیت و اعجاز سے خالی ہونے کی وجہ سے قرآن نہ ہو گا۔ نہر الفائق میں قراءۃ شاذہ اور قراءۃ فارسیہ کی بحث میں فرمایا:-

عندی بینھما فرق وذلک ان الفارسی لیس قرآنا اصلا لانصرافہ فی عرف الشرع الی العربی الخ

(ترجمہ) میرے نزدیک ان دونوں کے درمیان فرق ہے، وہ یہ کہ فارسی اصل میں قرآن نہیں کیونکہ قرآن عرف شرع میں عربی کی طرف پھرتا ہے۔ الخ

یہاں تک کہ علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں کافی سے نقل کیا، ان اعتاد القراءۃ بالفارسیۃ اواراد ان یکتب مصحفا بھا یمنع (ترجمہ) اگر اس نے قراءۃ فارسی کو معتاد کر لیا یا ارادہ کیا کہ مصحف کو فارسی میں لکھے تو منع کیا جائے، اس کو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی رد المختار ص ۳۲۷ ج ۱ میں نقل کیا ہے پس جب غیر عربی اگرچہ عین ترجمہ قرآن ہی ہو، بالاتفاق قرآن نہیں تو اس کا استعمال بوجہ اعجاز و اسرار کے جامع نہ ہونے کے موجب تبعیض و تنقیص ہو گا جو کلام الٰہی کو اپنے شانِ قدیم سے بہت دور کر دینے والا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا کرنا کفر کا اختیار کرنا ہے۔ علامہ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ نے المحلی ج ۳ ص ۲۵۴ میں فرمایا ہے:-

ومن قرأ ام القرآن او شیئا منھا او شیئا من القرآن فی صلوتہ مترجما بغیر العربیۃ او بالفاظ عربیۃ غیر الالفاظ

التی انزل اللہ تعالیٰ عامداً لذلک او قدم کلمۃ او اخر عامداً لذلک بطلت صلوٰتہ وھو فاسق، لان اللہ تعالیٰ قال قرآناً عربیاً وغیر العربی لیس عربیاً فلیس قرآناً واحالتہ رتبۃ القرآن تحریف کلام اللہ تعالیٰ وقد ذم اللہ تعالیٰ قوماً فعلوا ذالک یحرفون الکلم عن مواضعہ...... الی قولہ۔ ولا یحل لہ ان یقرأ ام القرآن ولا شیئاً من القرآن مترجماً علی انہ الذی افترض علیہ ان یقرأہ ......

لانہ غیر الذی افترض علیہ کما ذکرنا فیکون مفتریاً علی اللہ تعالیٰ انتہی

(ترجمہ) اور جس نے فاتحہ کو یا اس سے کچھ حصہ کو یا قرآن کچھ حصہ کو اپنی نماز میں بغیر عربی کے ترجمہ کرتے ہوئے یا عربی الفاظ ان الفاظ کے سوا کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے نازل کیا قصد اور ارادہ کے ساتھ پڑھا یا کلمہ کو آگے پیچھے کر دیا نماز اس کی باطل ہو گئی اور وہ فاسق ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قرآناً عربیاً یعنی عربی قرآن کو اور ظاہر ہے کہ غیر عربی عربی نہیں پس قرآن نہیں اور اس کو قرآنیت کے درجہ سے ہٹانا کلام اللہ کی تحریف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی کہ انہوں نے (پہلی کتابوں میں) ایسا کیا مذمت کی ہے اور فرمایا۔

یحرفون الکلم عن مواضعہ یعنی کلموں کو اپنی جگہوں سے ہٹاتے ہیں ...... الی قولہ ...... اور اسے حلال نہیں کہ فاتحہ یا قرآن سے کچھ ترجمہ کرتے ہوئے پڑھے کیونکہ وہ (اصل کلام) اس پہ پڑھنا فرض کیا گیا ہے ...... کیونکہ اس نے اس کو تبدیل کیا ہے جو اس پہ فرض کیا گیا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا پس وہ اللہ پر افترا باندھنے والا ہوگا۔ انتہی۔

اس تمام تقریر سے واضح طور پر معلوم ہو چکا کہ مجرد معنی بحیثیت تلاوت وغیرہ قرآن نہیں ہوگا۔ اور علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی حدیثیہ میں قرآن کو غیر زبان میں لکھنا بھی سخت ممنوع کہا ہے۔ ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: کیا ترجمہ بین السطور لکھنا اور غیر عربی میں تفسیر کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب: ترجمہ بین السطور کو بعض نے مکروہ لکھا ہے بعض نے اجازت دی ہے یہی حال ہوگا جبکہ پہلے لکھے مصحف میں مختصر تفسیر کر کے لکھ ڈالا جائے لیکن مفتی بہ قول کے مطابق جائز ہے کافی سے منقول فتح القدیر سے علامہ شامی نے نقل فرمایا ہے

فان کتب القرآن وتفسیر کل حرف وترجمتہ جاز اھ

(پس اگر قرآن لکھا اور ہر حرف کی تفسیر اور ترجمہ کیا تو جائز ہے)

مگر اس میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ اسی طرح قرآن اور اس کے ترجمہ یا تفسیر کو لکھے کہ قرآن کی قرآنیت واضح اور نکھری ہو اور ترجمہ یا تفسیر الگ معلوم ہو عوام پہ التباس نہ ہونے پائے اسی کے موافق ولی اللہ دہلوی، رفیع الدین صاحب عبد القادر صاحب وغیرہم نے ترجمہ میں عمل کیا اور مفسرین قول ایزدی کو جب بحیثیت آیت لکھا تو ایک خاص نشان سے گھیر دیا۔

فضائل قرآن مقدس

کتاب مقدس کے فضائل بیان کرنے کے لئے بہت سے عنوانات ہیں اور کیوں نہ ہوں جب کہ ایمان کے جسم عالی کے لئے یہ کتاب اور اس کے صاحب (آقائے مکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت ہی روح حقیقی ہیں یہ کتاب تقرب ایزدی اور اس ذات واحد متعال سے ہم کلام ہونے کا ذریعہ اور وسیلہ بھی تو ہے کہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ میں شاید یہی مقصد ہو۔ ہدی للمتقین کا سنہری لقب اسی کے نصیب میں آ رہا ہے۔ اس سے بڑھکر اس کے فضل و شرف کی کیا جستجو ہو گی۔ نہیں نہیں اس کا فضل و شرف تو یوں جانیے کہ اس کی کوئی ایک آیت لے لیجئے اور اسی سے اپنے مقصد کے

حصول کے جویا ہو جائیے اور دیکھئے کہ کامیابی اور اس کا حصول کس طرح تمہارے قدم چومتا ہے ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

اور اس کے اپنانے سے کونسی مشکل ہے جو حل نہیں ہوسکتی ادب، شعر، انشاء، علوم عقلیہ و نقلیہ، تجارب، امثال، قصص، اخبار، طب، عملیات، سیاست و تمدن، اخلاق و تصوف، طریقت، حقیقت، شریعت، معرفت، تفقہ، تفکر، سائنس، فلسفہ، معاش و معاد غرض جس کی جستجو اور تلاش ہو اسی سے مہیا ہے کہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (یعنی کوئی خشک و تر چیز نہیں مگر وہ اس روشن کتاب میں موجود ہے) کا فرمان ناطق حقیقت ہے۔ اور لطف یہ کہ جس نوعیت کی زندگی اس سے تلاش کی جائے اسی کی راہ موجود ہے غریب اپنی راہ اسی سے لیکر صحیح راہنمائی پا سکتا ہے۔ بادشاہ کو اسی سے سبق حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ اس کا ایک تیرا الاعجاز ہے۔ کہ ہر زمانہ ہر مقام ہر قماش ہر طبقہ ہر طبیعت اور ہر فن کا انسان اس سے پوری طرح مستفید و مستفیض ہو سکتا ہے۔ اور یہ اس کے فضل و کمال پر کامل دلیل اور واضح و روشن برہان ہے۔ اور اثر انداز ایسا ہے کہ پتھروں پر پڑھا جائے تو انہیں عجز و خشوع سے جھک جانا پڑے جس کا بیان آیت حشر لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل الآیۃ میں موجود ہے۔

(باقی آئندہ)

نغمۂ اُدن منّی

حضرت قمر انصاری شجاع آبادی

عکس حسین نبیؐ کا نغمہ ہے ۔ ہر طرف روشنی کا نغمہ ہے
دردِ عشقِ نبیؐ کا نغمہ ہے ۔ حاصلِ زندگی کا نغمہ ہے
جس کا ارشاد لن ترانی ہے ۔ اُدن منّی اسی کا نغمہ ہے
تابِ نظارہ ہو نہ ہو لیکن ۔ ذوقِ نظارگی کا نغمہ ہے
بزمِ گلشن میں ہر لبِ گل پر ۔ صبحدم آپ ہی کا نغمہ ہے
تیرے رندوں کے لب پہ اے ساقی ۔ بادۂ بیخودی کا نغمہ ہے
تیری آمد سے ہر طرف آقا ۔ رحمتِ ایزدی کا نغمہ ہے
فرش سے عرش تک شبِ خوباں ۔ آپکی برتری کا نغمہ ہے
لیلۃ اسریٰ زبانِ احمدؐ پر ۔ بخششِ اُمتی کا نغمہ ہے
وقتِ مردن قمرؔ نصیب قسمت،
میرے لب پہ نبیؐ کا نغمہ ہے،

نعتِ مبارک

لسان الحسان شاہ محمد یعقوب حسین صاحب ضیاء القادری
کراچی

عالمِ امکاں میں ہے یہ احترامِ مصطفےٰ
ہے ازل سے تا ابد فیضِ دوامِ مصطفےٰ
ہے خدا کی سلطنت قائم بنامِ مصطفےٰ ۔ بزمِ موجودات ہے زیرِ نظامِ مصطفےٰ
اوجِ ہفت افلاک کا ہے زیرِ گامِ مصطفےٰ ۔ ہے مقامِ حمد و عرشِ رب مقامِ مصطفےٰ
بالیقیں محبوبِ حق ہر خاص و عامِ مصطفےٰ ۔ تاجدارِ ہفت کشور ہر غلامِ مصطفےٰ
گنبدِ خضریٰ اشرف یابِ مقامِ مصطفےٰ
تا حدِ عرشِ معلےٰ اوجِ بامِ مصطفےٰ
عام تیرے خاصۂ ربّ الانام مصطفےٰ
خلد یہ کیف جنا دماں ذو الاکرام مصطفےٰ
مغفرت ہو گی سرِ محشر بنامِ مصطفےٰ
ناز ہے مجھ کو ضیاء میں ہوں غلامِ مصطفےٰ

مظہر اتم

بکلام حضرت عزیز حاصل پوری (ملتان)

تم سے مہک گئے سب گلزار یا محمدؐ — پھولوں میں ہے تمہاری مہکار یا محمدؐ
دربار ہے تمہارا دربار یا محمدؐ — سرکار ہے تمہاری سرکار یا محمدؐ
سب روشنی تمہاری سب چاندنی تمہاری — شمس و قمر تمہارے رخسار یا محمدؐ
فرش زمیں منور عرش بریں منور — ہر سمت ہیں تمہارے انوار یا محمدؐ
تم ذات کبریا کے اک مظہر اتم ہو — ظاہر تمام تم پر اسرار یا محمدؐ
دونوں جہاں ہیں واللہ زیر نگیں تمہارے — دونوں جہاں کے تم ہو مختار یا محمدؐ
ہر آن عاصیوں پر برسات ہے کرم کی — یہ الفت، محبت؟ یہ پیار؟ یا محمدؐ
ہر منظر تمہاری مستی بھری نظر ہے — تم ہو تو ہر منظر ہے سرشار یا محمدؐ

مطلع ثانی

گھیرے ہوئے ہے مجھ کو افکار یا محمدؐ — اک میں ہوں اور غم کا انبار یا محمدؐ
دنیا کے تم مسیحا عیسیٰ کے تم مسیحا — عیسیٰ بھی ہیں تمہارے بیمار یا محمدؐ
بلوائیے کم از کم میری یہ اک تمنا — بلوائیے مدینے اک بار یا محمدؐ
کب تک بھروں میں آہیں بیتاب ہیں نگاہیں — للہ! اب دکھا دو دیدار یا محمدؐ

کس کو عزیز اپنی روداد غم سنائے
کون آپ کے سوا ہے غم خوار یا محمدؐ

نعت مبارک

ہو سامنے روضے کی جالی وہ دن وہ مہینہ آ جائے
یا خود میں مدینہ جا پہنچوں یا مجھ میں مدینہ آ جائے

سرکار بلائیں ہم جائیں اپنا نصیبہ کھل جائے
اوج پہ اپنی قسمت ہو، جینے کا قرینہ آ جائے

چہرے ہمارے روشن ہوں، دل ہوں ہمارے نورانی،
گر جلوہ نوری سینوں کا سینہ بہ سینہ آ جائے

اے عجم کے آقا مولائے عرب عیب مرے بخشوا دے سب
مجھے ڈر ہے کبھی یہ گردش میں میرا سفینہ آ جائے

مجھے موت کا ہر دم کھٹکا ہے پر عشق میں دل تیرے بھٹکا ہے
اب در پہ بلا لے پیارے نبیؐ مت آخر مہینہ آ جائے

میں در تیرے پہ گر آؤں تو مقصد اپنا بھر پاؤں
کچھ راز کا میرے سینے میں مخفی خزینہ آ جائے

ممتاز علی خان ممتاز
بلوچ رجمنٹ ایبٹ آباد

نعت

حضرت شمس جماعتی سیالکوٹی

قرار پائیں نہ کیوں اسس جاں مدینے میں
ہے آستانِ شہِ دو جہاں مدینے میں

جب آئے مکہ سے لے نورِ جاں مدینے میں
بہار آئی کھلا گلستاں مدینے میں

جو بے ادب ہے تیرا، اسکو کچھ نہیں ملتا
ہیں تو مل گئے دونوں جہاں مدینے میں

ہجومِ غم میں تیری یاد سے ملے تسکیں
قرار پائیں نہ کیوں خستہ جاں مدینے میں

میں رہ رہا ہوں یہاں حسرتیں لئے دل میں
بلایا جاتا ہے سارا جہاں مدینے میں

بلا ہی لیں گے کبھی شمس تجھ کو قدموں میں
حضور سنتے ہیں تیری فغاں مدینے میں

منقبت

جناب شمس جماعتی سیالکوٹی

کیا ڈر ہے بھلا مجھ کو خورشیدِ قیامت کا
سایہ ہے میرے سر پہ دامانِ جماعت کا

اے ماہِ علی پور تو مخزن ہے محبت کا
ہے ذات تیری مطلعِ خورشیدِ ولایت کا

ماحی ہے تو بدعت کا حامی ہے تو سنت کا
عالم ہے شریعت کا ماہر ہے طریقت کا

تو صورت و سیرت میں تو جود و سخاوت میں
مظہر ہے رسالت کا پرتو ہے نبوت کا

پھیلی ہے تیری خوشبو آفاق میں ہر جانب
تو اک گلِ رعنا ہے گلزارِ حقیقت کا

دریائے معانی کا مولا تو شناور ہے
ہاں گوہرِ یکتا ہے تو بحرِ حقیقت کا

سبطین کا پیارا ہے محبوبِ الٰہی ہے
منظورِ نظر تو ہے خورشیدِ ولایت کا

تو سیدِ عالم ہے تو مرشدِ کامل ہے
مصدر ہے کرامت کا معدن ہے شرافت کا

ہاں لاج میری رکھنا تھاما ہے ترا دامن
محشر میں نہ کھل جائے پردہ میری ذلت کا

سائل ہوں تیرے در کا دامن کو میرے بھر دے
چرچا ہے زمانے میں تیری سخاوت کا

نعت شریف

شاعرِ معرفت الحاج صوفی مسعود احمد صاحب رہبر چشتی کشمیری کراچی

مکینِ لامکاں کی کس قدر یہ مجھ پہ رحمت ہے
نظر میں گنبدِ خضرا ہے دل میں انکی الفت ہے

بلا ہی لیں گے پھر مجھکو میرے سرکار اے ہمدم
خدا رکھے مرے دل میں نہاں شوقِ زیارت ہے

نبی سب مقتدی ہیں مسجدِ اقصیٰ میں صف در صف
امام الانبیاء کی یہ شبِ اسریٰ فضیلت ہے

کبھی آکر تو دیکھے خلد سے رضواں حسیں منظر
مدینہ آئینہ دارِ بہارِ مشعتِ جنت ہے

سوئے طیبہ کوئی ایماں بھرا دل لیکے تو آئے
یہ ان کا لطف ہے زائر کو جنت کی بشارت ہے

نہ بھولے تھے نہ بھولے ہیں نہ بھولیں گے سرِ محشر
رسول اللہ کو امت سے کس درجہ محبت ہے

نہ کیوں منزل ملے رہبر ہر اک گم کردہ منزل کو
زمانے بھر کا ہادی آج بھی صرف ہدایت ہے

مِن نورِ اللہ

جناب صوفی عبدالوہاب صاحب زاہد
حقیقی چشتی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ سراجیہ چشتیہ کراچی ۳

رسولِ معظم، مِن اللہ نورٌ ۔۔ محبِ مسکرم مِن اللہ نورٌ،
وہ فخرِ دو عالم مِن اللہ نورٌ ۔۔ تمنائے آدم مِن اللہ نورٌ،
شہِ عرشِ اعظم مِن اللہ نورٌ ۔۔ ظہورِ مقدم مِن اللہ نورٌ،
جمال و جلال و کمالِ الٰہی ۔۔ تری ذاتِ اعظم مِن اللہ نورٌ،
عزیزٌ، شکورٌ، بشیرٌ، نذیرٌ ۔۔ مبشر مسلّم مِن اللہ نورٌ،
حکیمِ ملل اے طبیبِ مکمل ۔۔ شفیعِ دو عالم مِن اللہ نورٌ،
تو محبوبِ سلطانِ خوبانِ عالم ۔۔ ہے رحمت ترا غم مِن اللہ نورٌ،
دو عالم تصدق بنامِ محمد ۔۔ عقیدت کا عالم مِن اللہ نورٌ،
یہ ہفت آسمان شش جہت اللہ اللہ ۔۔ تیرے در پہ ہیں خم مِن اللہ نورٌ،
نہیں ہمسری کے لئے تیرا سایہ ۔۔ تم نورِ مجسم مِن اللہ نورٌ،
نوا جس کی ہے نغمۂ سازِ یزداں ۔۔ شہنشاہِ عالم مِن اللہ نورٌ،
یہ بزمِ گل و لالۂ گلشنِ دیں ۔۔ ہے تجھ سے منظم مِن اللہ نورٌ،
سراجاً منیراً ضیائے مجسم ۔۔ مصابیحِ عالم مِن اللہ نورٌ،

کبھی زاہدِ بے نوا پہ توجہ
ہے یہ بیکس غم مِن اللہ نورٌ

خلیل اللہ کے کعبہ میں چمکتا نام حضرت کا

سکونِ جان تسلیِ دو جہاں ہے نام حضرت کا ۔۔ لئے جا دل، لئے جا نام صبح و شام حضرت کا
زباں حرفِ ثنائے حق ہے لیکن نام حضرت کا ۔۔ بالفاظِ دگر یہ بھی ہے اک انعام حضرت کا
بتانِ آذری اصنامِ بوجہلی پریشاں ہیں، ۔۔ خلیل اللہ کے کعبہ میں جو چمکا نام حضرت کا
وہ اندازِ بیاں ہر قلب میں کیوں گھر نہیں کرتا ۔۔ صداقت آفریں تھا مرحبا پیغام حضرت کا
اسی کو چاہ میں فردوس گھڑیاں گن رہی ہوں گی، ۔۔ وہ جو کبھی بن گیا ہے بندۂ بیدام حضرت کا
قمر بے سایہ سایہ انگلی فرمائے گا بے شک ۔۔ ارے مجرم ذرا بڑھ کے تو دامن تھام حضرت کا
نظامِ دھر کو بے شک ضرورت تھی محمد کی ۔۔ جہاں میں برمحل آئے کہ تھا بس کام حضرت کا
طوافِ شہ کی خاطر خانۂ کعبہ نے باندھا ہے ۔۔ سیاہ کمبل بالفاظِ دگر احرام حضرت کا

نگاہِ دل میں مدینہ نظر میں مختارِ دو عالم،
ہے صرف نعت گوئی شاعرِ خوش کام حضرت کا،

علامہ ... شمس ... علیمی ... کراچی ۳

*

چار شوال المکرم بروز اتوار حضرت مولانا الحاج حافظ نور احمد صاحب مدظلہ العالی کے مکان پر ان کے والد مولانا حضرت محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس شریف کی تقریب پر زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین علامہ حضرت مولانا الحاج پیر سید اختر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی قصور میں رونق افروز ہوئے۔ اتوار کے دن رات کو عشاء کی نماز کے بعد قریباً نو بجے جلسہ شروع ہوا۔ شاملین جلسہ میں عقیدت مندوں کے علاوہ حضرت علامہ صاحب کا وعظ سننے کے لئے مقامی احباب بھی بکثرت شامل تھے۔ تلاوت قرآن شریف کے بعد جو قاری انتظام علی صاحب مدرس، مدرسہ نقشبندیہ نے کی تھی ایک نعت خواں نے نعتیں پڑھیں، قریباً دس بجے جناب علامہ صاحب نے خطبہ مسنونہ کے بعد آیہ کریمہ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا تلاوت فرمائی اور لوگوں کو خطاب کرکے فرمایا کہ یہ مجلس چونکہ ایک ولی کی روح کو ایصال ثواب کرنے کے لئے منعقد ہوئی ہے اس لئے مناسب ہے کہ اس مجلس میں اموات کو ایصالِ ثواب کرنے کے مسئلہ پر بحث کی جائے۔ آپ نے فرمایا آجکل لوگ ایسی وعظوں کو پسند کرتے ہیں جن میں مخالفین کے اعتراضات کا جواب اور شکوک و شبہات کا رد ہو۔ اس لئے میں انشاء اللہ کوشش کروں گا کہ اپنے عقیدہ کو با دلائل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مخالفین کے اعتراضات کا بھی مدلل رد کروں کیا اچھا ہوتا کہ یہ مجلس بہت بڑی مجلس ہوتی اور وعظ بجائے نو بجے شروع ہوتا اور میں یقین کرتا ہوں کہ اگر وعظ نو بجے شروع ہوتا تو مخالفین بھی میری آواز کو سن کر آ جاتے اور میں ان کو مجلس میں اپنے قریب محبت اور شفقت کے ساتھ بٹھاتا اور ان کے سامنے ایصال ثواب کا مسئلہ اپنے عقیدہ کی روشنی میں مدلل بیان کرتا اور ان سے پوچھتا کہ میں نے غلط کہا ہے یا صحیح، اور اگر وہ غلط کہتے تو میں ان سے با دلیل سمجھنے کی کوشش کرتا لڑائی جھگڑے سے باتیں طے نہیں ہوتیں جب بھی کوئی بات بنے گی ٹھنڈے دل سے تبادلہ خیالات کرنے سے بنے گی۔

جو لوگ ایصالِ ثواب اور ختم شریف پڑھنے اور اولیاء کرام کا عرس کرانے کی وجہ سے بدعتی کہتے ہیں، وہ مجھے بدعت کا معنیٰ تو کرکے بتائیں۔ اور پھر اپنے معنیٰ سے ان امور کو اگر بدعت ثابت کر دیں تو میں ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ میں ثابت کروں گا کہ یہ لوگ جو بدعت سے اتنے بھڑکتے ہیں ان کا کوئی امر بدعت سے خالی نہیں، دنیا کے ہی نہیں بلکہ دین کے کاموں میں بھی یہ لوگ بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ جب ان سے پوچھا جائے کہ بدعت کا مفہوم اور مطلب کیا ہے؟ تو کہتے جو کام، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں نہ ہوا ہو۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم، سب زمانوں سے نیک زمانہ میرا ہے۔ اور ان لوگوں کا جو اس سے قریب ہیں۔" جو بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرن میں ہو وہ نیک اور سنت اور دین ہے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ نے پکی مسجدیں بنوائیں تھیں یا پکی مسجدوں میں نماز ادا فرمائی۔ اب ان کا پکی مسجدوں کا بایں ہیئت و صورت

بنوانا، گنبد و مینار و محراب وغیرہ کا تیار کرنا، اور ان مسجدوں میں نماز پڑھنا خود ان کی تفسیر کے مطابق بدعت ٹھہرا۔ میں پوچھتا ہوں، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو مکہ مکرمہ کی طرف حج کے لئے گئے تھے کیا ہوائی جہاز پر یا ریل یا موٹر پر سوار ہو کر گئے تھے؟ بتائیں کس پر گئے تھے؟ اس کا جواب یہی دیں گے کہ نہ موٹر پر گئے تھے اور نہ ریل پر اور نہ ہوائی جہاز پر، پھر آخر لمبا سفر کس پر آپ نے فرمایا تھا؟ جواب یہ ہوگا کہ اونٹ پر یا گدھے پر، تو ان کی تفسیر کے بموجب موٹر پر یا بحری جہاز یا ہوائی جہاز پر سوار ہو کر حج کے لئے جانا بدعت ہوگا۔ ان کے لئے سنت تو یہ ہے کہ گدھے پر سوار ہو کر حج کو جائیں، یا زیادہ سے زیادہ اونٹ پر سوار ہوں۔ ریل، موٹر، جہاز وغیرہ کا دین کے فریضہ میں استعمال کرنا ان کے لئے بدعت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد خیریت مہد میں، امامت پر، اذان پر، تعلیم قرآن و حدیث پر، اجرت یا تنخواہ نہیں لی جاتی تھی۔ ان کے مولوی چار چار سو روپیہ تنخواہیں پاتے ہیں۔ کیا یہ بدعت نہیں ہے؟ یہ لوگ کہتے ہیں کہ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا حرام ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ سامنے رکھنے سے فاتحہ خوانی میں حرمت کہاں سے وارد ہو جاتی ہے۔ اگر اس کا سامنے رکھنا ہی ناجائز ہے تو ہمیں لکھ دیں کہ جب فاتحہ پڑھیں تو کھانے کو کس پشت رکھنا چاہیئے یا رکھیں اور غیب اچھی طرح سن لیں۔ فاتحہ یا دعا کے لئے ہمارے نزدیک کھانے کا سامنے رکھنا جواز یا صحت کی شرط نہیں ہے کہ اگر سامنے نہ رکھا جائے تو فاتحہ ہی صحیح نہ ہو، وہ کھانا جو سامنے ہوتا ہے وہ تو فقیر کو دینے کے لئے رکھا جاتا ہے نہ کہ اس لئے کہ اس پر فاتحہ پڑھتے ہیں۔ اگر فاتحہ کی صحت کے لئے کھانا سامنے رکھنا ہمارے نزدیک فرض واجب ہو تو جب قبرستان سے گزرتے ہیں اور کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھتے ہیں تو وہاں ہمارے پاس کھانا کہاں ہوتا ہے۔ تو جب وہاں بغیر کھانا سامنے رکھے فاتحہ روا ہے

تو یہاں بھی روا ہے۔ ہم پر الزام ہے کہ ہم کھانا سامنے رکھے بغیر ختم کو صحیح نہیں جانتے، ہاں ہم اس کو بھی تسلیم نہیں کرتے کہ اگر کھانا سامنے رکھا جائے تو وہ کھانا پلید ہو جاتا ہے، اور اس میں حرمت آجاتی ہے۔ ایک ہم پر ان کی طرف سے یہ الزام ہے کہ ہم تاریخ کا تعین کو واجب کہتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ تاریخ کا تعین نہ واجب نہیں ہے، جب بھی چاہو، ایصال ثواب کر سکتے ہو کوئی سی تاریخ ہو، تاریخ کا تعین تو محض ایک دن اور ایک وقت پر سب کے اکٹھے ہو جانے کے لئے ہے جس طرح عقد نکاح کے لئے کوئی یوم مقرر نہیں لیکن مقرر کر لیتے ہیں تاکہ تمام احباب اور خویش و اقارب جمع ہو جائیں، اور یہ تقریب بخوشی ایک دوسرے کی اعانت سے انجام پذیر ہو۔ جس طرح دنیوی امور میں اعانت باہم حرام نہیں اسی طرح دینی امور میں بھی حرام نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تعاونوا علی البر والتقوٰی ولا تعاونوا علی الاثم، تو اگر ختم شریف پر ایصال ثواب کے وجوہات و اسباب کی زیادتی کے لئے اپنے بھائیوں کو جمع کر لیا جائے اور وہ سب مل کر دعا کریں اور قرآن پڑھیں، کلمہ طیبہ پڑھیں تو اس میں کیا قباحت ہے۔ بلکہ ثواب کئی گنا مضاعف ہونے کی وجہ سے مستحسن و مستحب متصور ہوگا۔ آپ نے فرمایا، ان کا ہم کو اس طرح بدنام کرنا کہ ہم ختم شریف جو پڑھتے ہیں اور جو صدقہ خیرات کرتے ہیں وہ غیر خدا کے لئے ہوتا ہے۔ یہ بھی بالکل غلط اور ہم پر بہتان ہے ہمارے ختموں کی حقیقت یہ ہے کہ قرآن شریف ایک بار یا کئی بار ختم کر کے اور حسب توفیق فقراء اور مساکین اور احباب اور حاضرین مجلس کو کھلا کر اس کا ثواب جو ملتا ہے، اپنی طرف سے اس کے متعلق رب تعالیٰ کے حضور میں دعا کرتے ہیں کہ یہ ثواب ہماری طرف سے فلاں کی روح کو پہنچا دیجئے وہ بتائیں اس میں کونسی حرمت یا ممانعت ہے لیکن مدلل کتاب و سنت کی روشنی میں بتائیں؟ اگر مردوں کو ثواب نہیں پہنچتا تو پھر نماز جنازہ بھی نہ پڑھا کریں اس

...یں تو حاضر میت کے لئے دعائے مغفرت ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں مر گئی ہے کیا اس کے بعد میں اس کے لئے کوئی نیکی کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا "ہاں تم اس کے لئے ایک کنواں کھدوا کر اس کا پانی رفاہ عام کے لئے وقف کر دو تا قیامت اس کا ثواب تیری ماں کو ملتا رہیگا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضور نے اس کنوئیں کا نام بیرام سعد رکھا، قرآن پاک سے بھی آپ نے اس کو ثابت کرنے کے لئے متعدد آیات تلاوت فرمائیں آپ کے جلسے میں منکرین کو للکارا اور فرمایا:

تو بھائیو! اتنا ماننے والو، عرسوں اور ختموں کے جواز میں کلام کرنے والو اگر کہیں جاگتے ہو تو یہاں آ جاؤ، اگر میں اور میرے دوست غلطی پر ہیں تو ہمیں سمجھا جاؤ، ورنہ ہم سے آ کر سمجھ جاؤ کے فصل سے میں آپ کو سمجھا کر جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا ان لوگوں نے ابتک ثواب کا معنی ہی نہیں سمجھا، ثواب کے معنی موت آنے کے ہیں، ہم نیک کام کرتے ہیں اس کی جزا ہم پر لوٹ کر آتی ہے اس لئے اس کو ثواب کہتے ہیں۔ ہم کھانا مُردوں کو نہیں بھیجتے یہ تو یہاں اپنے بھائیوں ہی کو کھلاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ثواب لوٹ کر آتا ہے ہم مردوں کو وہ بھیجتے ہیں۔ ان کو غلط فہمی ہو گئی ہے کہ ہم حلوا، پراٹھے، کھیر وغیرہ پکا کر مُردوں کو بھیجتے ہیں۔ اسی لئے تو وہ کہتے ہیں کہ ان کے مُردے بڑے پیٹو ہیں اور اچھی اچھی چیزوں کے خواہشمند رہتے ہیں۔

(باقی)

ایک ضروری اطلاع

آئندہ ان سابقہ خریداروں کو جن کی میعاد چندہ کسی ماہ میں ختم ہو جائے، لازم ہے کہ ہماری اطلاع کے بعد خواہ پوسٹ کارڈ کے ساتھ ہو یا چٹ نمبر پر سرخ نشان کے ساتھ ہو، چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ ورنہ اس کے بعد رسالہ بند کر دیا جائے گا۔ اگر وی پی وصول کرنا ہو تو ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر دفتر میں اطلاع دیدیں۔ بغیر اطلاع کے کسی کے نام رسالہ وی پی کر کے نہیں بھیجا جائیگا

یہ گذارش اس لئے ہے

کہ وی پی بکثرت واپس آ رہے ہیں۔ جس سے ادارہ کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔

(مینجر رسالہ انوار الصوفیہ)

تیری کتاب سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں

(مولانا مہر محمد خاں صاحب ہمدم — چھانگا مانگا)

کوئی بھی مثل ترا اے جناب آپ نہیں
تری کتاب سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں

تری ضیائے رسالت کے سامنے واللہ
ضیائے نجم و قمر بدر و آفتاب نہیں

خدائے پاک نے نقشہ ترا بنا کے کہا
تو لاجواب ہے تیرا کوئی جواب نہیں

شب وصال خدا نے یہ تجھ سے فرمایا
مرے حبیب چلا آ، کوئی حجاب نہیں

کوئی ہو آدم و موسیٰ، خلیل و نوح و مسیح
بتاؤ کون ہے جو تجھ سے فیض یاب نہیں

اگرچہ لاکھ سیہ کار ہے مگر واللہ
جو تیرا ہو گیا وہ موردِ عذاب نہیں

بلا کے عرش معظم پہ یوں کہا ہمدم
تیری جناب سے اونچی کوئی جناب نہیں

لیہ ضلع مظفر گڑھ

میں ۴۔ شوال المکرم کو حضرت مولانا محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ اعظم حضرت امیرِ ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ محدث علی پوری کا سالانہ عرس شریف مولانا حاجی محمد الیاس صاحب کے مکان پر بڑے تزک و احتشام سے منعقد ہوا۔ جس میں تلاوتِ قرآن اور ختم خواجگان پڑھا گیا۔ اور حضرت مولانا حاجی محمد اولیس صاحب غوری نے وسیلہ کے مسئلہ پر مدلل وعظ فرمایا اور نعت خواں احباب نے وجد آفریں نعتیں پڑھیں اور غربا۔ و مساکین اور دینی مدرسہ کے طلبہ کو کھانا کھلایا گیا۔

اوکاڑہ ضلع منٹگمری

میں حضرت مولانا سید چراغ نبی صاحب خلیفۂ مجاز نے یارانِ طریقت کو حلقۂ ذکر اور ختم خواجگان شریف پڑھانے کے لئے ڈاکٹر محمد وحید اختر صاحب کو امیر حلقہ مقرر فرمایا ہے، جمعہ کے روز جناب ڈاکٹر صاحب کے مکان پر ہر جمعہ کو رات کے وقت حلقۂ ذکر ہوتا ہے جملہ یارانِ طریقت کو اس میں شامل ہونا چاہیئے۔

سیالکوٹ مسجد دو دروازہ

میں اعلیٰ حضرت سراج الملت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق بلاناغہ ہر جمعہ کو زیرِ قیادت جناب قاضی شمس الدین صاحب، پابندیٔ وقت کے ساتھ ہوتا ہے اور جس دن جناب قاضی صاحب حاضر ہونے سے معذور و مجبور ہوں تو حافظ عبد اللطیف صاحب حلقۂ ذکر و ختم خواجگان شریف پڑھا دیتے ہیں۔ حاضرین کی عموماً تعداد ۱۲۵، ۳۰۰ کے قریب ہوتی ہے۔

گنجاہ شریف ضلع گجرات

میں قائدِ طریقت مولانا الحاج صوفی اکمل خطیب ڈاکٹر اللہ دتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس شریف ۲۱-۲۲ اپریل کو منعقد ہو رہا ہے، جس میں علمار اور صوفیاء کرام شرکت فرمائیں گے۔

چورہ شریف ضلع کیمبل پور

میں ۱۸۔ مارچ بروز اتوار باباجی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کا عرس شریف اور ۲۰-۲۱ مارچ بروز منگل اور بدھ خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کا عرس شریف زیرِ اہتمام سجادہ نشینانِ آستانۂ عالیہ چورہ شریف بڑے دھوم دھام اور تزک و احتشام سے منعقد ہوا۔ ہزاروں کی تعداد میں اکنافِ پاکستان سے عقیدت مند حاضری کے لئے آئے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا مولوی عبد الغفور صاحب ہزاروی اور حضرت مولانا مولوی محمد عمر صاحب اچھروی اور دیگر علمار کرام نے فضائلِ اولیاء اور حقیقتِ تصوف پر بصیرت افروز تقاریر فرمائیں۔ نعت خوان احباب نے وجد آفریں نعتیں پڑھیں باباجی فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پُر انوار اور حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پُر انوار اور حضرت خواجہ پیر مست وارث شاہ صاحب کا مزار پُر انوار پر زائرین اور عقیدت مندوں کی شب و روز بھیڑ لگی رہتی تھی۔ نہایت عجز و انکسار سے ان حضرات کے توسّل سے ذاتِ باری سے اپنی حاجتوں کا سوال کرتے تھے، لنگر اور علاج کا انتظام نہایت عمدہ اور بہت تھا۔ اللہ تعالیٰ اس آستانہ کو دائماً بارونق اور اپنی رحمتوں سے معمور رکھے اور تاقیامت ہدایت کے چشمے یہاں سے پھوٹتے رہیں۔

مُراد آباد (انڈیا)

یہاں سالانہ عرس شریف محلہ تمباکو والا میں زیرِ اہتمام حضرت مولانا حاجی صوفی محمد طاہر صاحب خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت امیرِ ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۴ مئی بروز بدھ مطابق ۲۶ ذی قعدہ کو زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین امیرِ ملت محدث علی پوری قدس سرہٗ کا سالانہ عرس شریف منعقد ہو رہا ہے جس میں متعدد اور جید علماء کرام اور مقررین حضرات مواعظِ حسنہ فرمائیں گے، اور نعت خواں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت خوانی کریں گے۔ جملہ برادرانِ طریقت کو لازم ہے کہ اس مبارک تقریب پر شمولیت کر کے سعادتِ دارین حاصل کریں۔

اتفاق بلبل و گل مارا خواہد شدن،
اتفاق باوصف یار در بوستاں بانصیب

قصور میں عرس شریف

قصور میں حضرت مولانا محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ، چھتیسواں عرس شریف زیرِ صدارت مولانا الحاج علامہ جواہر الملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم مورخہ ۱۱ مارچ بروز اتوار اندرون دروازہ تیوانوالہ میں منعقد ہوا۔ صبح آٹھ بجے سے ایک بجے دوپہر تک قرآن خوانی ہوئی۔ متعدد قرآن شریف ختم کرنے کے بعد نعت خوانی ہوئی اور سلام و قیام پر یہ محفل ختم ہوئی۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد قریباً آٹھ بجے جلسہ شروع ہوا حافظ احتشام علی صاحب اور حافظ ارشد علی صاحب و دیگر حفاظ نے تلاوتِ قرآن کی، پھر متعدد خوش الحان نعت خوانوں نے وجد آفریں نعتیں اور حضرت امیرِ ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں قصائد پڑھ کر سنائے جس سے حاضرین نہایت محظوظ ہوئے۔ قریباً ۱۰ بجے حضرت جواہر الملت علامہ سید اختر حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم نے قریباً تین گھنٹہ مسئلہ ایصالِ ثواب کو مدلل طور پر بیان فرمایا، اور منکرین کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا اور لفظ بدعت پر بھی سیر حاصل تبصرہ فرمایا۔ آپ کے بعد حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مرتضائی نے مختصر تقریر فرمائی اور پھر سلام و قیام پر یہ مبارک جلسہ برخاست ہوا۔ اور حضرت مولانا محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو ۵۷ قرآن مجید کے ختموں کا اور آٹھ پاروں کا اور ستتر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنے کا، بارہ ہزار مرتبہ آیۂ کریمہ پڑھنے کا اور ۴۴۰۰ مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھنے کا ثواب پہنچایا گیا۔

تعاقب بر مضمون "انجکشن اور روزہ"

انوار الصوفیہ کے تازہ پرچے میں "انجکشن اور روزہ" کا مضمون نظر سے گزرا اس کے بعض جزئیات غور طلب ہیں۔ ٹھنڈے دل سے غور فرمایا جائے۔

(۱) ہدایہ کی شرح میں ہے "اصابہ سہم و بقی فی جوفہ فسد" اس جزئیہ پر انجکشن کو قیاس کرنا محلِ نظر ہے۔ (۲) یہاں جوف سے مراد سارے بدن کا کوئی بھی اندرونی حصہ لینا تصریحاتِ فقہا کے خلاف ہے۔ عالمگیری، درمختار وغیرہ کتب میں تصریح ہے کہ آلۂ تناسل کے ذریعہ دوا ٹپکائی گئی تو امام ابو یوسف اور امام محمد علیہ الرحمۃ کا اس بات میں اختلاف ہے کہ مثانہ سے جوف کی طرف کوئی منفذ ہے یا نہیں اگر منفذ ہے تو روزہ فاسد ہو گا ورنہ نہیں اس میں شک نہیں کہ دوا تو عضو کے اندر بدن میں داخل ہو گئی جو مصطلح بدن ہے مگر اختلاف فقط منفذ میں ہے اور اس پر مفتی بہ قول کو بھی ضرور دیکھنا چاہیئے (۳) اگر پنڈلی اور ران یا سر میں گہرا زخم ہے اور تر دوائی اس میں ڈالی گئی تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائیگا؟ اس کے لئے صریح جزئیہ چاہیئے (۴) بچھو یا سانپ کو ارادۃً پکڑنے کی کوشش کی اور انہوں نے پکڑنے والے صائم کو ڈنگ مارا اور سارے بدن میں زہر سرایت کر گئی تو کیا اس ڈنگ سے روزہ ٹوٹ جاتا؟ اس کے لئے صریح جزئیہ چاہیئے

(۵) اصابہ سہم و بقی فی جوفہ والے جزئیہ میں جو سہم جوف میں رہ گیا ہے

(رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۷...)

یا بچھو یا سانپ کا زہر جو بدن میں رہ گیا ہے کیا یہ سب مصلح بدن ہیں یا مفسد بدن ہیں۔ ان پر انجکشن کا قیاس صحیح ہے؟ بلا ضرورت انجکشن روزہ میں بیشک مکروہ ہے۔ مگر مفسد ہونے میں یہ سب چیزیں غور طلب ہیں۔ صاحب فتح القدیر کا جوف بمعنی باطن صحیح ہے مگر اس میں یہ کہاں ہے کہ جوف بمعنی مراد سے بدن کا کوئی بھی اندرونی حصہ پاؤں کا اندرونی حصہ ہو یا ہاتھ کا اندرونی حصہ۔ نادانستگی معاف لیٹنیٹن دہلی کے اصول پر اپنی تشفی مقصود ہے ایسے فروعی مسائل میں بحث ہرگز مقصود نہیں۔ وکفٰی باللہ شہیداً والسلام اولاً و آخراً (آپکا خیر اندیش محمد ماجد عفی عنہ)

ماہنامہ انوار الصوفیہ کے معاونین کا

مندرجہ ذیل حضرات نے ماہنامہ انوار الصوفیہ کے لئے نئے خریدار عطا کر کے ادارہ کی حوصلہ افزائی فرمائی ادارہ انوار الصوفیہ ان حضرات کا تہ دل سے ممنون و مشکور ہے۔

۱۔ حضرت مولانا الحاج معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی علی پوری — ۷۰ خریدار
۲۔ حضرت مولانا صابر براری شاعر انوار الصوفیہ — ۲ خریدار
۳۔ جناب حوالدار کلرک ممتاز علیخاں صاحب ایبٹ آباد — ۳ خریدار
۴۔ جناب مولانا الحاج صوفی محمد طاہر صاحب، مراد آباد — ۳ خریدار

تصحیح: مارچ کے شمارہ صفحہ ۱۶ پر قرآنی نوال سوال کے عنوان سے ایک مضمون راجہ بجریہ کے نام سے شائع ہوا ہے اس مضمون میں ناظمہ شامیہ کا اسم گرامی ہونا چاہیئے تھا غلطی سے راجہ بجریہ لکھا گیا۔ قارئین تصحیح فرمالیں (گوہر)

آستانہ عالیہ جماعتیہ علی پور شریف میں

سالانہ عرس شریف

آستانہ عالیہ جماعتیہ علی پور شریف میں زیر اہتمام انجمن خدام الصوفیہ پاک و ہند مورخہ ۱۱-۱۲ مئی مطابق ۲۹-۳۰ بیساکھ بروز جمعرات، جمعہ، زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین، حجۃ الکاملین حضرت امیر ملت مولانا

الحاج پیر سید حافظ جماعت علی شاہ صاحب

محدث علی پوری قدس سرہٗ کا سالانہ عرس شریف زیر صدارت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضرت شمس الملت مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم و زیر صدارت، زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین مولانا الحاج خواجہ محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ چورہ شریف منعقد ہو رہا ہے جس میں علماء کرام اور مقررین حضرات حسب پروگرام مختلف دینی اور مذہبی موضوعات پر مدلل و مبرہن تقاریر اور مواعظ حسنہ سے قلوب کو تازگی اور تابندگی عطا فرمائیں گے۔ اور خوش الحان نعت خوان حضرات وجد آفریں نعت خوانی سے سامعین کو وجد و سرور کی نعمتوں سے سرفراز کریں گے۔ پاک و ہند کے عقیدتمند اور یاران طریقت ہزاروں کی تعداد میں شرکت کر کے سعادت دارین حاصل کریں گے اللہ تعالیٰ یاران طریقت دربار عالی کی اس سالانہ حاضری کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

تخلیق البشر

مولانا نذیر یزدانی صاحب
پنوانہ، ضلع سیالکوٹ

مسلسل
قسط اول

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْمُجْتَبٰی وَسَلَامٌ عَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اُولِی الصِّدْقِ وَالصَّفَا وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اِلٰی یَوْمِ الْجَزَا اَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِی الْقُرْآنِ الْعَظِیْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ؕ

برادرانِ فطرت!

لاریب: کہ انسان ایک نہایت کمزور فطرت کا مالک ہے جس کے متعلق صانع کائنات خالق مخلوقات نے ہی ارشاد فرما دیا ہے کہ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ ضَعِیْفًا ہم نے انسان کو کمزور پیدا کیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی زندگی بے ثبات ہے گویا بے ثباتی و فنائیت اس کی فطری بنیاد میں داخل ہے بس پانی کا ایک بلبلہ سمجھئے اِدھر ابھرا، اُدھر مٹ گیا۔

بحرِ ہستی کا یہ حباب اس فریبی دنیا میں آ کر اپنی فطرت کے حسین تقاضوں کو بالکل ہی فراموش کر بیٹھا۔ اور اپنے مقصدِ حیات سے بے نیاز ہو کر غایتِ تخلیق کو نظر انداز کر کے اَنَا الْمَوْجُوْدُ لَا غَیْرِیْ کا ڈھول پیٹنے لگا۔ ؎

اَنَا الْمَوْجُوْدُ لَا غَیْرِیْ ہر اک دل میں سمائی ہے
خدا ہونے کے لائق تو تسلطِ امر کبریائی ہے

حالانکہ یومِ میثاق کا وعدۂ ازلی جو خالق و مخلوق کے مابین قرار پا چکا ہے۔ وہ بھی اپنے اندر ایک خاص معنی لئے ہوئے ہے۔ کیونکہ صانع کی کوئی صنعت بھی کسی مقصدِ خاص سے خالی نہیں ہوتی، ہر چیز کسی خاص غرض و غایت کے تحت ہی معرضِ وجود میں آتی ہے۔

اختراعات و تخلیقات میں کوئی بھی چیز ایسی نظر نہیں آتی، جس کے موجود ہونے میں کوئی حکمت مضمر نہیں ہوتی۔ گویا کوئی چیز بھی بیکار پیدا نہیں ہوئی۔ اسی خیال کے پیشِ نظر ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیوار پہ چھپکلی کو دیکھ کر خالقِ کائنات سے دریافت فرمایا، کہ اے خالقِ بے نیاز! مجھے یہ تو بتا دیا جائے کہ یہ چھپکلی کس مقصد کے تحت پیدا فرمائی گئی ہے یہ تجھے کیا کام دیتی ہے تو قادرِ مطلق خدا دانا و بینا نے جواب دیا، کہ اے موسیٰ! پیشتر ازیں یہی سوال مجھ سے چھپکلی بھی تیرے متعلق کر چکی ہے کہ تو نے موسیٰ کو کیوں پیدا فرمایا، سو یاد رکھ اے موسیٰ! میں نے کوئی چیز بھی دنیا میں بیکار پیدا نہیں کی، ہر مخلوق کی تخلیق ایک خاص مقصد کی حامل ہے کیونکہ فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْ عَنِ الْحِکْمَۃِ یعنی حکیم کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا، انہیں حقائق و بصائر کے پیشِ نظر ثابت ہوتا ہے کہ انسان ضعیف البنیان کی تخلیق بھی کسی غایت کے تحت ہے اور اس کے ظہور میں بھی کوئی خاص حکمت پنہاں ہے۔ جس کا انکشاف خالقِ حقیقی نے اس طرح فرمایا ہے:۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ

؎ نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

خالقِ کُل نے مٹی، پانی، آگ، ہوا و دیگر تخلیقات کو ظاہر فرمایا ہے۔ جن پر مجموعی طور پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز انسان کے لئے پیدا فرمائی گئی ہے، اور انسان کسی اور مقصد کے لئے یعنی خدا تعالےٰ خود فرماتا ہے کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ عبادت کریں۔ آیۂ مذکورہ میں وَالْاِنْسَ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانیت کا دوسرا نام ہی عبادت ہے۔ گویا انسانیت اور عبادت لازم و ملزوم ہیں یعنی اگر انسان عبادت گزار ہے، اپنے محسنِ حقیقی کے حضور سربسجود ہے اور ہر نوشتۂ قدرت پر شاکر ہے تو وہی انسان صحیح معنوں میں انسان کہلانے کا مستحق ہے۔ ورنہ نہیں اور جو عبادتِ الٰہی سے غافل ہیں اور شب و روز کفرانِ نعمت کے درپے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کے حق میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (پ ۹ ع ۱۰) یعنی خداوند قدوس نے ایسے تغافل پسند اور گمراہ لوگوں کو حیوانوں سے تشبیہ دی ہے، آج ہم بھی غافل ہیں اور ہم نے اپنے اسلام کو فقط برائے نام مسلمانی پر محمول کر لیا ہے۔ اور ہمارے دل میں مسلمانی کے اثبات کیلئے بس یہی دعویٰ سمائی ہے کہ ہمارے آباء و اجداد مسلمان تھے۔ اور مسلمان گھرانے میں ہماری پیدائش ہوئی اس لئے ہم بھی مسلمان ہیں۔

میرے دوستو! ہم مسلمان تو ہیں اور خالقِ کائنات کا ہم پر احسانِ عظیم ہے۔ کہ اس نے ہمیں آدم کی صورت دے کر اپنے محبوبِ خاص حضور پُرنور شافع یوم النشور سید الانبیاء محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ علیہ التحیۃ والثناء الیٰ یوم الجزا کے زیرِ سایہ اُن کی محبوب اُمت جسے خالقِ کُل نے خیرِ اُمت کے خطابِ دلنواز سے سرفراز فرمایا ہے، میں پیدا فرما کر ہمیں اسلام جیسی نعمتِ غیر مترقبہ عطا کر کے اس کی صداقت کو بیان فرمایا۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ اللہ کے نزدیک محبوب مذہب اسلام ہے۔ اس کے ساتھ ہی قسّامِ ازل نے ہمیں الٰہی قوانین پر عمل کرنے اور اپنے محبوب کے نقشِ قدم پر چلنے کے لئے ہدایات و فرامین کا مجموعہ ایک مکمل دستور العمل کی صورت میں قرآن پاک جیسی عظیم المرتبت اور عظیم الشان کتاب نازل کیا اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذریعے ہمارے سپرد فرمائی اس عطا پر بھی خدائے رحیم کی احسن شانِ کریمی نے بلا عنایت فرمائی کہ اس نے اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کہہ کر اس کی حفاظت کا بھی خود ہی بیڑا اٹھایا، یہ صحیفۂ اکمل ہمارے سپرد فرما کر ارشاد فرمایا۔ مسلمانو! یہ قرآن ایک لاثانی کتاب ہے جس میں شک و ریب کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کی جملہ ہدایات و قوانین پر عمل پیرا ہو کر تم دنیا پر غالب آسکتے ہو، چار دانگ عالم کو تم اپنی تحویل میں لے سکتے ہو، اور ان فرامینِ الٰہیہ کو بصدقِ دل تسلیم کر کے ان کو اپنا لائحہ عمل بنا کر اگر تم چاہو، تو پہاڑ جیسی قائم و دائم اور مضبوط چیز کو اپنی جگہ سے ہلا سکتے ہیں۔

آیئے! لگے ہاتھوں میں اس بارے میں، اپنے بزرگانِ سلف میں سے جنہوں نے خدا تعالےٰ کی کتابِ مبین قرآن پاک پر بجان و دل ایمان لا کر اس کو چراغِ رہِ حیات کر کے اپنا مقتدیٰ و منتہا تسلیم کر لیا۔ اور اپنی زندگی کو ان آیات و احکام کے سانچے میں ڈھالا۔ ایک عظیم المرتبت شخصیت شہنشاہِ اقلیمِ ولایت کی کتابِ زندگی کا ایک حسین ورق آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، جن کا نامِ نامی اسمِ گرامی ہے حضرت ابراہیم ابن ادھم بلخی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، ایک دفعہ آپ پہاڑ پر تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آ کر آپ سے استفسار کیا۔ کہ حضرت! مومن کی تعریف کیا ہے؟ ایمان کا کیا مقام ہے؟۔ تو اس سوال کے جواب میں دانائے رازِ حقیقت حضرت ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے یوں ارشاد فرمایا:۔

"کبھی اگر مومن کی تعریف پوچھتے ہو تو مومن وہ ہے کہ جس کا ایمان ربِ قدیر کی شانِ بے نیازی پر مستحکم ہو۔ جس کا دل کشتۂ عشقِ مصطفےٰ ہو۔ اور وہ یادِ الٰہی

استغراق کے باعث ماسوا سے بے خبر ہو۔ جو اپنی زندگی کو خدمتِ اسلام کے لئے وقف کر چکا ہے، بایں ہمہ اوصاف اگر وہ پہاڑ سے بھی کہہ دے کہ چلو، تو وہ چل پڑے"

آپ نے مومن کی تعریف میں ابھی یہ آخری الفاظ ہی اپنی زبانِ حق بیان سے ارشاد فرمائے تھے کہ پہاڑ میں جنبش آئی اور یوں معلوم ہوا کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل پڑا ہے۔ تو حضرت ابراہیم ابن ادھم رضی اللہ عنہ نے پہاڑ سے مخاطب ہو کر فرمایا، او پہاڑ! میں نے تجھے تو ہلنے کے لئے نہیں کہا تھا

آپ کے اس عتاب آمیز ارشاد سے اَنْطَقَنَا اللّٰہُ الَّذِیْ اَنْطَقَ کُلَّ شَیْءٍ کے مطابق پہاڑ سے آواز آئی ؎

"حضرت! اگر میں آپ کے ارشادِ گرامی کو سن کر جنبش نہ کرتا تو پھر آپ کے ایمان کی تصدیق کون کرتا"

نعرۂ تکبیر ... اللہ اکبر، نعرۂ رسالت ... یا رسول اللہ

سبحان اللہ! کیسا عالی مقام ہے مومن کا، اور ایمان کی شان کیسی بلند ہے۔ مبارک ہیں وہ ہستیاں، جنہوں نے اپنی کتابِ حیات کا مطالعہ کیا، اور مقصدِ زیست کو سمجھ کر اس کی تکمیل کے لئے ہمہ تن مصروف و کوشاں رہے کہ جنہوں نے اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہ کیا۔ تاریخِ عالم شاہد ہے کہ آج بھی اُن زندہ جاوید ہستیوں کو وقارِ عظیم حاصل ہے۔

مگر ہم بجائے اس کے کہ اپنے تخلیقی نصب العین کو سمجھیں احکامِ خداوندی سے (جو ایک مکمل ضابطۂ حیات اور بنی نوعِ انسان کے لئے ایک مشعلِ راہ کا کام دیتے ہیں)۔ کنارہ کش ہو کر صراطِ مستقیم سے کوسوں دور جا پڑے ہیں۔ اور اپنے مقصدِ حیات کو یکسر فراموش کر کے اپنے اعمال کی جزا و سزا کو ایک خیالِ خام اور اپنے نسب و حسب کی نسبت سے خود کو مسلمانوں میں شمار کئے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ خالقِ مخلوق نے ہمیں لوگوں کی اس خام خیالی اور شکوک و اوہام کو دور کرنے کے لئے سورۂ عنکبوت کی ابتدائی آیات میں ارشاد فرمایا ہے:-

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ٥ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ

کہ کیا یہ لوگ اس خیال میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان لے آئے۔ اور اُن کی آزمائش نہ ہوگی۔ اور بیشک ہم نے اُن سے اگلوں کو جانچا، تو ضرور اللہ سچوں کو دیکھے گا اور ضرور جھوٹوں کو دیکھے گا"

اب جو ہم پر آئے دن عذاب ہائے گوناگوں کے نزول کے ساتھ ساتھ میدانِ حیات میں ناکامیاں، بدنامیاں اور چہروں پر مایوسی کا دورہ ہے یہ ہمارے اعمال کی سزا ہی تو ہے۔ اور ہماری ہدایت یابی اور حصولِ عبرت کے لیے کھلا ہوا سبق، اسی لئے تو ترجمانِ حقیقت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے دورِ حاضرہ کے انسان کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اے انسان ؎

تُو اگر اپنی حقیقت سے خبردار رہے
نہ سیہ روز رہے اور نہ سیہ کار رہے

مگر واہ رے حضرتِ اقبال دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ تا ابد اُن کے مزارِ مبارک پر انوارِ رحمت کی بارش برساتا رہے۔

ع آسماں اُس کی لحد پر شبنم افشانی کرے

جنہوں نے خوابِ خرگوش میں تغافل پذیر مسلمانوں کو جھنجوڑ جھنجوڑ کر بیدار کرنے کی کوشش کی ہے اور اسے اپنے بصیرت افروز اور حقیقت آموز اشعار میں درسِ حیات دے کر احساسِ برتری دلایا ہے۔ حالانکہ ان کے خیالات مصلحِ اعظم ہادیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ گرامی اور تعلیماتِ مقدسہ کے حقیقی عکاس ہیں۔ اور ان کا دل عشقِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا

سے گداز اور سینہ محبتِ الٰہیہ سے معمور تھا۔ اُن کا کلام فی الحقیقت صُورِ اسرافیل ہے۔ وہ آج کے مسلمان کو بھی چودہ سو سال پہلے کا مسلمان دیکھنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے وُہ اپنی زبان میں مسلمان کو تدریس و تفہیم قرآن کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ؎

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن
دو جہاں باقی ست در قرآں ہنوز
اندر آیاتش یکے خود را بسوز

مگر آج کے اس احسان فراموش اور بے بصر انسان نے اقبالؒ کو محض شاعر اور اس کے حقائق آموز اشعار کو شاعرانہ تخیل سے زیادہ اہمیت نہیں دی۔

آمدم بر سرِ مطلب کہ علامہ مغفور نے اپنے اس شعر میں انسان کو ایک ایسا حقیقت آموز درس دیا ہے۔ جس پر تفکر و تعمق کے بعد انسان اپنی زندگی کو خوش اسلوبی اور بطریقِ احسن بسر کر سکتا ہے اور حیاتِ ظاہری کے علاوہ بعد الممات بھی خداوند عزّ و جل کے انعامات و افضال سے بہرہ ور ہو سکتا ہے ـــ فرماتے ہیں:۔

"اے انسان! اگر تو یہ سمجھ لے کہ میں کیا ہوں کس چیز سے بنایا گیا ہوں۔ اور میری تخلیق کا سبب کیا ہے؟ تو یقینی ہے کہ تو اپنی زندگی کو خوش اسلوبی سے بسر کر سکے، پھر نہ تجھے گردشِ زمانہ ستا سکتی ہے اور نہ ہی کسی اور قسم کا خوف لاحق ہو سکتا ہے۔"

علامہ مرحوم کے اس درسِ زریں کے پیشِ نظر اگر ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ ہمارا مقصدِ حیات کیا ہے اور ہماری تخلیق کس چیز سے ہے یعنی ہم اپنی زندگی کی حقیقت سے کما حقہٗ آشنا نہ ہوں، تو پھر آئے دن گوناگوں مصائب و نوائب زندگی میں اگر درپیش ہوں تو ہمیں یہ گلہ ہرگز ہرگز نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ تکلیف یا آفت ہمیں خدا کی طرف سے ہے۔ نہیں نہیں۔ ہماری یہ شکایت یہ شکوہ اُدھر قدرت پر یہ الزام بالکل بیجا اور بے سود ہے، خدا تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم پر مصیبت نہیں لاتا جب تک وہ قوم خود اس قسم کا خیال و ارادہ نہ کرے۔ کیونکہ جو قوم خود مٹنے کا ارادہ نہیں رکھتی، اسے کوئی نہیں مٹا سکتا۔ اگر ہم بنظرِ انصاف دیکھیں تو بارشادِ الٰہی وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ (۲۵/ ۵ع) یہ سب کچھ ہمارے ہاتھوں کی کمائی یعنی ہمارے اعمال و افعال کی شامت و سزا ہے اور ہمیں آئندہ محتاط رہنے اور مختلف بدفعلیوں سے بچنے کے لئے واضح ہدایت ہے اور بس؛

اس لئے اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم تکالیف سے محفوظ رہیں، زمانہ کی گردش ہمیں نہ ستائے، دُنیا کی کوئی آفت ہمارے پیچھے نہ پڑے، اور غمِ دوراں ہمارے گلے کا ہار نہ بنے، تو ہم پر یہ لازم آتا ہے کہ ہم بھی فحش کاریوں سے اجتناب کریں۔ اس کے ساتھ ہم اپنی زندگی پر غور کر کے اس کی حقیقت کو سمجھیں، اپنی پیدائش کے صحیح نصب العین کو جانیں اور خالقِ کائنات نے جو مکمل ضابطۂ حیات (قرآن پاک) ہمارے سپرد کیا ہے۔ اس پر غور و فکر کر کے اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔ یوں تو ہر انسان کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کی زندگی احسن طریق سے بسر ہو، اسے کسی تکلیف اور مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے بیماری آئے نہ موت، تکلیف آئے نہ مصیبت ـــ یہ محض اس کی خام خیالی اور حماقت ہے؛ دیکھنا! اگر ہم خود

ہی چوری، ڈاکہ اور فحاشی وغیرہ مذموم حرکات کو اپنا لیں اور انجامِ کار سے غافل رہیں۔ پھر ان جرائم کی پاداش کے وقت کہیں کہ ہماری قسمت ہی ایسی ہے، اور ہمارے مقدر میں ہی یہ مصیبت لکھی ہے، ہمارے دن ہی بُرے ہیں۔ مَیں تو اسے سراسر غلط اور خام خیالی تصور کرتا ہوں۔ اور بس ؎

ہم جو کہتے ہیں فلک کا ہو بُرا تو یہ بھی اک اپنا خیالِ خام ہے،
ہے یہ اپنی شامتِ اعمال سب تو یہ حقیقت یک طشت از بام ہے،

خداوند وحدہٗ لاشریک بیشک قادرِ مطلق ہے، اور ہر چیز اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے مگر اس نے حضرتِ انسان ضعیف البنیان کو پیدا کرنے کے بعد اُسے عقل و دماغ جیسی عظیم نعمت عطا کر کے نظامِ حیات اس کے سپرد کر کے افعال و کردار کے انجام کا مستحق بھی اسے ہی قرار دے دیا، اور فرمایا اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا یعنی اگر تم نیکی کرو گے تو وہ تمہارے اپنے لئے ہے اور اگر برائی بھی کرو گے تو وہ بھی تمہارے ہی لئے ہوگی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کو کئے دن جن آفات و آلام سے واسطہ پڑتا ہے یہ محض اس کی شامتِ اعمال ہے۔ جسے وہ اپنی قسمت پر محمول کر لیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ سب مصیبتیں منتقمِ حقیقی کی طرف سے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صاف کہہ دیا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۱۱/۲۲) کہ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ اور پھر بعد الممات بھی جب قیامت کے دن بزمِ محشر کا انعقاد ہوگا۔ اور میزانِ عدل پر اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا۔ تو خدائے برتر مالک یوم الدین ارشاد فرمائے گا:۔ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ، یعنی آج کے دن کسی جی پر بھی ظلم نہیں کیا جائیگا۔ اور اُسی کی جزا و سزا پاؤ گے، جو تم عمل کیا کرتے تھے۔ اس حساب و کتاب کے بعد وہ پاکباز لوگ جنہوں نے زندگی بھر اعمال صالح کئے اور جنہوں نے تن من دھن خوشنودیِ حق کی خاطر قربان کر دیئے، جو ہمہ وقت اپنے مقصدِ حیات کی تکمیل کے لئے کوشاں رہے ان کو تو ان کی موعودہ نعمت یعنی جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اور گنہگاروں کو دوزخ میں، جنہوں نے اپنی ساری عمر ہی پیرویٔ ابلیس کی خاطر قبیحات و مکروہات میں گزار دی۔ انہیں وعدہ یاد دلایا جائے گا اور کہا جائے گا:۔ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ۔ کہ اے آدم کے بیٹو! کیا مَیں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی پیروی نہ کرو، کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اس کے بجائے میری عبادت اور میری پیروی کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ ایسے ناہنجار لوگ جب دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھلسیں گے تو وہ اپنے بچاؤ کی خاطر فریاد کریں گے تو ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ، پھر ان ظالم لوگوں سے کہا جائے گا، کہ اب ہمیشہ کا عذاب چکھو، تم وہی بدلہ پاتے ہو جو تم کمایا کرتے تھے۔"

ان آیاتِ قدسیہ، ارشاداتِ الٰہیہ سے یہ حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ انسان اپنی قسمت خود بناتا ہے۔ اور انجامِ کار عذاب و ثواب بھی اس کے اطوار و کردار پر مبنی ہے کیونکہ ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی،
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

(اقبال)

نغمۂ نعت

حضرت عزیز
حاصل پوری
(ملتان)

جو زبانِ نبی کا نغمہ ہے
بر ربطِ ایزدی کا نغمہ ہے

قول تیرا! کلامِ ربانی
اور لحنِ مدّعی کا نغمہ ہے

بزمِ ہستی میں آپکی ہستی
دھڑکی زندگی کا نغمہ ہے

تیرا پیغام صاحبِ قرآں
سازِ پیغمبری کا نغمہ ہے

دلربا دلربا تیری آواز
حاصلِ دلبری کا نغمہ ہے

سازِ عالم بجا رہا ہے کون؟
ہر طرف دلکشی کا نغمہ ہے

شرحِ والنجم ہے تمہاری جبیں
والضحیٰ روشنی کا نغمہ ہے

آپکا حسن آپ کا جلوہ
ہر سہانی گھڑی کا نغمہ ہے

آپکی اک نگاہِ رحمت بھی
رحمتِ سرمدی کا نغمہ ہے

یا نبی اللہ، یا رسول اللہ
تیرے ہر امتی کا نغمہ ہے

جس کو مل جائے خوش نصیب ہے وہ
تیرا غم بھی خوشی کا نغمہ ہے

اے مدینے کے چاند، ماہِ فلک
اک تری چاندنی کا نغمہ ہے

نعت گوئی تری عزیزؔ ان کی
اکبری سروری کا صدقہ ہے

نگارِ مدینہ

حضرت قمر یزدانی
پنوانہ،
(سیالکوٹ)

زہے عظمتِ تاجدارِ مدینہ
لبھاتی ہے دل کو بہارِ مدینہ
ضیائے رخِ مہر کہہ رہا ہے
ہے فردوسِ قلب و نظر ہر بشر کو
فراوانیٔ جلوۂ نورِ حق سے
برستی ہے طیبہ میں بارانِ رحمت
بنا مسکنِ سیدِ ہر دو عالم
فدا کیوں نہ ہو اس پہ فردوسِ اعلیٰ
تمنا ہے بیتاب مدت سے دل میں
بناؤں اسے سرمۂ چشمِ دل میں

زہے شوکتِ شہریارِ مدینہ
میں ہوں جان و دل سے نثارِ مدینہ
تجمّل ذرّہ ذرّہ نور بارِ مدینہ
تجلائے حسنِ نگارِ مدینہ
منور ہیں قرب و جوارِ مدینہ
ہے رحمت سراپا دیارِ مدینہ
زہے عزت و افتخارِ مدینہ
گلوں سے بھی افضل ہیں خارِ مدینہ
الٰہی! دکھا دے بہارِ مدینہ
جو ہاتھ آئے مجھ کو غبارِ مدینہ

کہا حق نے محشر میں دیکھو! وہ آیا،
قمرؔ عاشقِ گلعذارِ مدینہ،

اسلام ہی وہ دین ہے جس کے متعلق رب العالمین نے قرآن پاک میں فرمایا: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ ' میں نے آج تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت تمہارے اوپر پوری کر دی'

اسلام کا کمال یہ ہے کہ اس کی تعلیم نہ صرف شرک وکفر کی گھٹا ٹوپ اندھیریوں سے نکالتی ہے بلکہ ہر اس چیز سے بھی لاتعلق ہونے کا حکم کرتی ہے جس میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی کفر یا شرک کا امکان ہو۔ یا اس کی صورت کفار کے کسی مذہبی عمل سے متشابہ ہو' مثلاً اسلام نے ہر ذی روح کی تصویر اتارنی یا بنانی کیمرے سے ہو یا ہاتھ سے ہو' منع فرما دی ہے۔ اس لئے کہ تصویر سازی کے اندر خالق کے فعل خلق کے ساتھ ہمسری کرنے کا ادعا موجود ہے۔ اور یہ شرک ہے' یا اس لئے کہ یہ فعل کفار کے فعل کے مشابہ ہے کہ ان کے گھروں میں تصویریں یا مورتیاں ہوتی ہیں۔ اور وہ ان کی پرستش کرتے ہیں، اور ان کی عظمت اور جلال کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اگر اسلام تصویر کشی پر پابندی اور قدغن نہ ڈالتا تو اس امر کا امکان تھا کہ مسلم قوم کسی وقت ان کی پرستش میں مبتلا ہو جائے یا ان کے حق میں ایسی عزت وعظمت کا عقیدہ بنالے جس سے توحید خداوندی کے عقیدہ کو ضعف پہنچے۔ حضور اکرم کے ارشادات کے سامنے کسی بھی مسلمان کو یہ جرأت نہیں ہوتی کہ وہ تصویر اتارلے یا اتروائے۔ آج بعض حالات میں مسلمانوں کو فوٹو اتروانا ناگزیر ہے اس میں وہ مجبور محض ہیں ورنہ مسلمان دل سے نہیں چاہتے کہ وہ ان حالات میں فوٹو اتروائیں۔ بعض اسلامی ادارے اور جید علماء حکومت سے انگریزوں کے عہد میں بھی اور اب بھی استدعا کر چکے ہیں کہ مسلمانوں کو حج کے لئے یا کسی دوسرے امر کے لئے جہاں قانوناً فوٹو لگانا ضروری ہے مستثنیٰ کر دے اس لئے کہ یہ ان کے مذہب کے منشاء اور تقاضا کے صریح خلاف ہے۔ اور اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف اور اشتباہ بھی نہیں، جس طرح اسلام نے اپنے پیروکاروں کو شرک وکفر سے پاک کیا ہے اسی طرح اسلام اپنے پیروکاروں کو جملہ معاصی سے بھی محترز ہونے کی بڑی شد ومد سے حکم کرتا ہے یہاں تک کہ صغائر پر اصرار کرنے کو ارتکاب کبائر کے برابر قرار دیا ہے، اور ارتکاب کبائر تو بہت بڑی چیز ہے' وہ تو ہر قسم کی لغویات و ہزلیات' اور فضول و لایعنی چیزوں سے بھی روکتا ہے۔ اسلام اپنے نام لیواؤں اور پیروکاروں کو عزت وعظمت عطا کرتا ہے اور ہر ایسی جگہ سے منع کرتا ہے جہاں سبکی اور خفت ہو، اسلام نے بازاروں میں بیٹھ کے شطرنج اور تاش

کھیلنے اور بٹیر اور کبوتر اڑانے سے اسی لئے منع کیا ہے کہ ان کاموں میں عزت نہیں ہے، سینما میں جب سے اس کی ایجاد ہوئی ہے، کوئی ایسی شخصیت جس کو اسلام میں ایک بزرگ مقام حاصل ہے کوئی نہیں گیا ہوگا۔ علمائے کرام جو دین کے اساتین اور امت مسلمہ کے لئے ہدایت کے چراغ ہیں، اس سے منع ہی فرماتے رہے اور اس کی قباحتوں کی وضاحت کرتے رہے، اور یہ بیان کرتے رہے کہ سینما میں ایک قباحت نہیں بلکہ متعدد قباحتیں ہیں۔ اور یہ جگہ وہ ہے جہاں ایکٹر اور ایکٹرسیں ناچتی اور گاتی ہیں۔ اور ناچنے گانے والوں کو خواہ عورتیں ہوں یا مرد، قوم و ملت نے کبھی بھی عزت و شرافت کا مقام عطا نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی مرد شریف اپنے بیٹے کو بالخصوص بیٹی کو اس زمرہ میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دے گا۔ اس زمرہ میں قوم کے ایسے ہی افراد شامل ہوتے ہیں، جو زمانے کے ٹھکرائے ہوئے اور عزت باختہ ہوتے ہیں۔ دین کے بزرگ جن کو حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ورثۃ الانبیاء فرمایا ہے، وہ تو سینما کی حدود میں سے گزرنا بھی گوارہ نہیں کرتے، چہ جائیکہ وہ کسی اسٹیج یا اس کے سامنے بیٹھیں، جب سینما کی یہ ذلت و رسوائی ہے اور اسلام کی نگاہ دورس میں یہ کئی خرابیوں کا مجموعہ ہے اور کوئی بھی شریف اس سے اپنے دامن شرافت کو ملوث کرنا گوارا نہیں کریگا۔ تو کیا ممکن ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جس کی شبیہ اور مثال اللہ تعالیٰ کے ہژدہ ہزار عالم میں ناپید ہے، اٹلی اور امریکہ کے ایکٹر آپ کے کردار کو اور وہاں کی عزت باختہ ایکٹرسیں آپ کی ازواج مطہرات کے حالات کو فلما کر سینما کے پردہ سیمین پر لائیں، جب یہ تصور امت مسلمہ کے ذہن میں آتا ہے تو خون کھولنے لگتا ہے، اعضاء میں ارتعاش، جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں امت مسلمہ کے لئے اس سے بڑھکر کوئی ابتلاء و امتحان نہیں ہے

اہل اسلام کا وجود ہرگز ہرگز برداشت نہیں کریگا کہ اٹلی اور امریکہ اپنے ان ناپاک عزائم کو پورا کرے۔

اخبارات میں ہم روز پڑھتے ہیں کہ امریکی اور اطالوی فلم کمپنیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ کی فلمیں تیار کررہی ہیں، یہ مسلمانوں کی غیرت اور عزت و ناموس کو کھلا چیلنج ہے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور شان جلال کے صریح خلاف ہے تمام مسلم ممالک کو اس کے خلاف احتجاج کرنا چاہیئے۔ اور اس کے انسداد کے لئے بلیغ اور مؤثر تدابیر اختیار کرنی چاہیئں۔ اگر یہ فلمیں تیار ہو گئیں تو سمجھ لیں کہ امت مسلمہ زندہ نہیں ہے، مردہ ہے۔ اور اس کے مردہ ہونے کی یہی دلیل ہوگی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کی آج دنیا میں فلمیں بنائی جارہی ہیں، اور یہ خاموش ہے۔

ہم حکومت پاکستان سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ وہ اطالوی اور امریکی حکومتوں کو اس بات سے متنبہ کرے کہ تمہارے ملکوں میں بعض فلمی ادارے حضور علیہ السلام کی حیات طیبہ پر فلمیں تیار کر رہے ہیں، ان پر حکم امتناعی نافذ کرے، دنیا بھر کے اہل اسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ کو پردۂ سیمیں پر لانے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ (مدیر)

عرس مبارک — امسال قبلہ و کعبہ خلیفہ حاجی محمد عبدالقیوم عرف منظور احمد شاہ جماعتی نقشبندی مجددی قدس سرہٗ کا سالانہ عرس ۲۲ رمضان ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۸ فروری ۶۲ء بروز بدھ بعد نماز ظہر قرآن خوانی بعد نماز عصر ایصال ثواب ہونا قرار پایا ہے یہ فاتحہ نقشبندی منزل محلہ رسول پورہ شہر الہ آباد میں ہوگی۔ ۵ شوال ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۲ مارچ ۶۲ء گیسو پورہ شریف ڈاکخانہ دولت پور کلاں ضلع بلند شہر میں حضور کے مزار اقدس پر فاتحہ ہوگی۔

صدر الافاضل حضرت مولانا قاضی محمد ارشاد الٰہی صاحب فیضی عصامی ساکن لودے تحصیل گوجر خاں (راولپنڈی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدک یا من قصرت عن ادراکہ الافہام وعجزت عن تصور کنہہ عقول الاذکیاء الاعلام تقدس ذاتہ عن سمات النقص وعلامات الزلل وتعالٰے شانہ عن شبہۃ الخطل والخلل اودع معارف الحکمۃ واسرار العلوم فی قلوب العالمین واعطاھم منطق اللسان وفصیح البیان لتبیان حقائق القرآن المبین فسبحان من لا شریک لہ ولا ضد ولا مانع لہ ولا ند ونصلی ونسلم علٰی من کان نبیا وآدم بین الماء والطین افضل الرسل وخاتم النبیین المبعوث الی الاحمر والاسود والبیضاء رسولنا ونبینا وشفیعنا یوم الجزاء سیدنا ومولٰنا محمد المصطفٰے وآلہ المجتبٰی واصحابہ الاصفیاء الاتقیاء

لفظ قرآن اور اس کے معانی

علماء کرام نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ یہ اسم گرامی (قرآن) کسی لفظ سے مشتق ہے یا نہیں، حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ قرآن اسم علم غیر مشتق ہے یعنی کسی مصدر سے نہیں نکلا۔ بلکہ جامد ہے جس کا اطلاق اس کلام قدسی صفات سے مخصوص ہے۔ جو آقائے نامدار احمد مجتبٰے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور یہ کلمہ غیر مہموز ہے جیسا کہ بیہقی اور خطیب وغیرہ نے ذکر کیا۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ علیہ کا یہی مختار ہے اور انہیں اسی پر اعتماد ہے غالباً اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ قول حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بھی منسوب ہے اور وہ ان کے امام مذہب ہیں۔

اور حضرت اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ اکثر گروہ اس کے مشتق ہونے کے قائل ہیں، ان میں پھر اختلاف ہے کہ یہ کون سے لفظ سے مشتق ہے بعض نے قَرْءٌ بمعنی جمع ہونے اور بعض نے قِرَاءَۃٌ بمعنی پڑھنے یا قَرْنٌ بمعنی ملنے اور ساتھ رہنے سے مشتق بتایا ہے اور تینوں میں سے جس سے مشتق بنایا جائے مفید اور اعلیٰ معنی کا حامل ہوگا۔

قرأۃ سے اشتقاق

مثلاً قِرَاءَۃٌ سے لیا جائے تو یہ بھی حق ہے کیونکہ قرآن پاک کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول بحیثیت قرأت

ہوا، برخلاف دوسرے صحف و کتب سماویہ کے، کہ وہ مکتوبہ حیثیت سے نازل ہوتی رہی ہیں۔ نیز اس وجہ سے کہ پڑھا جاتا ہے۔ اس کے پڑھنے والے دنیا میں اس قدر ہیں کہ کسی اور کتاب کو پڑھنے والے نہیں ہو سکتے۔

آسمانی کتابوں سے اس کو حفظ کر کے پڑھنے والے بے حساب ملتے ہیں کہ اتنے دوسری کتابوں کے حافظ نہیں مل سکیں گے۔ اس کو پڑھنے والا اکتاتا نہیں، یہی چاہتا ہے کہ پڑھتا ہی رہے۔ مؤمنین کی مجالس عامہ قضاء حاجات اور قبول ادعیہ اور مغفرت اموات وغیرہ بے شمار مواقع میں اسے پڑھا جاتا ہے۔ نماز میں (بقدر ماتیسر) اس کی قرأت فرض ہے۔ رمضان شریف میں اکثر حضرت جبریل علیہ السلام حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ اور ہر رمضان میں لاکھوں کروڑوں (ان گنت) مقامات میں اسکے ختم تراویح میں اور یوں بھی ہوتے ہیں اور حکم ربانی بھی ہے فاقرؤا ما تیسر من القرآن (پس پڑھیئے قرآن جو آسان ہو) اس لئے اس کا نام قرآن بمعنی مقروء ہوا علامہ لحیانی اور ایک جماعت نے اسی قول کو پسند فرمایا ہے۔

قرنٌ سے اشتقاق

اور اگر قرنٌ سے لیا جائے تو بھی حق ہے کیونکہ قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے کہ اپنے نزول کے بعد واحد ذریعہ خدا سے ملنے کا ہے۔ نیز یہ کہ یہ کتاب اپنے قرن اور زمانہ کے لحاظ سے بالکل آخری کتاب ہے کہ لا نبی بعدی (میرے بعد نبی نہیں) کا فرمان واجب الاذعان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (لیکن اللہ کا رسول اور نبیوں کا ختم کرنے والا) کا قول خود قرآن سے اس پر ناطق ہے کہ اسی کتاب کے دور دورہ میں قیام قیامت ہو جائیگا۔ چونکہ اس کا دور پہلی دور قیامت سے ملانے والا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کو ظاہر فرما کر ارشاد فرمایا:۔ انا والساعۃ کھاتین یعنی میرا دور اور قیامت اس طرح ہیں جیسے یہ دو انگلیاں باہم آپس میں ملی ہوئی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مومنین و متقین کے لئے وہ دور بہت اچھا اور بہتر ہے۔ بلکہ اس میں دیدار الہٰی جیسی نعمت عظمیٰ بھی موجود ہے۔

قرءٌ سے اشتقاق

اور اگر قرءٌ سے لیا جائے تو یہ بھی حق اور صواب ہے کہ عام شائع و معمول لفظ بھی تو اثبات ہمزہ سے ہی ہے قراء سبعہ نے سوا ابن کثیر کے اس کو اسی طرح پڑھا ہے نیز یہ کہ یہ آیات و سور کو باہم جمع کرتا ہے۔ جیسا کہ ابو عبید نے کہا اور آئندہ تفسیر فاتحہ میں آئے گا کہ یہ کتاب تمام کتب سابقہ کے مضامین کو جمع کرنے والی ہے۔ راغب اصفہانی نے اسی وجہ کو اختیار کیا ہے۔ اور غور کیا جائے تو اس معنی میں بہت سی وجوہات پیدا ہو سکتی ہیں مثلاً مضامین کتب سابقہ اور الفاظ، کلمات، آیات اور سور کے ساتھ ساتھ یہ اپنے اندر وہ تاثیر بھی رکھتا ہے کہ کئی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کو باہم جمع کر دیتا ہے، اور ان میں اتحاد اور الفت کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ خود باری تعالیٰ فرماتا ہے:۔ واذکروا نعمۃ اللہ اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا،

(یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی جب تم باہم دشمن تھے پس تمہارے دلوں میں الفت ڈالی تو تم اس کی نعمت کے سبب بھائی بھائی ہو گئے) نیز یہ تمام قوانین اور علوم اولین و آخرین کا بھی جامع ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس سے حاصل نہ ہو سکے اگر کسی کو نہ معلوم ہو سکے تو اس کے اپنے فہم کا قصور ہے۔ ۵

جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصر عنہ افہام الرجال

چنانچہ صرف اسی موضوع پر بہت سے علماء نامدار نے اپنے اقلام کی طبع آزمائی فرمائی۔ سیوطی و مرسی رحمہما اللہ وغیرہ نے اس موضوع پر بہت مبسوط مضامین لکھے، البتہ اہل حدیث اور ان کے مؤیدین میں سے بعض کو اس میں قیل و قال رہتی ہے۔ اور وہ ہر شے کے بیان کو احکام و شرائع سے مخصوص کر دیا کرتے ہیں۔ مگر اوّل الذکر حضرات سے علامہ قنوجی (نواب صدیق حسن خاں صاحب) نے ترجمان القرآن بلطائف البیان کے ابتداء یعنی مقدمہ میں اس موضوع کو بڑی وضاحت اور بہت بسط سے بیان کیا ہے اس میں سے کچھ اقتباسات پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ تقریر مکمل و مدلّل ہو جائے۔

(۱) **مقدمہ:** اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔ ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئی یعنی اتاری ہم نے تجھ پر کتاب جو بیان کرتی ہے ہر چیز کو اور فرمایا مافرطنا فی الکتاب من شیئی یعنی نہیں چھوڑی ہم نے کتاب میں کوئی چیز، حدیث میں آیا ہے:۔ ستکون فتن قیل وما المخرج منھا قال کتاب اللہ فیہ نباء ما قبلکم وخبر ما بعدکم وحکم ما بینکم یعنی عنقریب کچھ فتنے ہونے والے ہیں کسی نے کہا، ان سے نکاسی کیونکر ہو گی فرمایا اللہ تعالےٰ کی کتاب موجود ہے۔ اس میں اگلی پچھلی خبر حال کا حکم ہے۔ اسکو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں جو علم سیکھنا چاہے وہ قرآن کو حاصل کرے۔ اس میں اوّلین و آخرین کی خبر ہے۔ اس اثر کو سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔

(۲) بعض سلف نے کہا ہے، میں نے کوئی حدیث نہیں سُنی مگر اس کے لئے ایک آیت کتاب اللہ سے ڈھونڈ نکالی سعید بن جبیر نے کہا ہے نہیں پہنچی مجھکو کوئی حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹھیک ٹھیک مگر میں نے اس کا مصداق کتاب اللہ میں پایا۔ اس اثر کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے یہ بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس قرآن میں ہر علم اتارا گیا ہے ہم کو ہر چیز کا تمیز بخشا ہے لیکن ہمارا علم دریافت بیان قرآن سے قاصر ہوا، اخرجہ ابن جریر وابن ابی حاتم، ابوہریرہ مرفوعاً کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اگر کسی چیز کو چھوڑتا ہے تو ذرہ وخردلہ وبعوضہ کو چھوڑ دیتا اخرجہ ابوالشیخ شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے کہ دین میں کسی شخص پر کوئی حادثہ نہیں ہوتا مگر اللہ کی کتاب میں ایک راستہ ہدایت کا اس حادثے میں موجود ہوتا ہے۔

(۳) بعض علماء نے کہا ہے ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس کا نکالنا قرآن سے ممکن نہ ہو، لیکن اس شخص کو جسے اللہ نے سمجھ دی ہے۔ یہاں تک کہ بعض اہل علم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تریسٹھ سال کی اس آیت سورۂ منافقین ولن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلھا (اور ہرگز نہ ڈھیل دے گا اللہ تعالےٰ کسی جی کو کہ جب پہنچا اس کا وعدہ) سے اس طرح پر کہ یہ آیت سر ہے تریسٹھ کا اس کے پیچھے، تغابن ہے، جس سے حضرت کے مفقود ہونے پر افسوس ظاہر ہوتا ہے نکالا ہے، مرسی نے کہا قرآن شریف نے سارے علوم اولین و آخرین جمع کر لئے ہیں سوائے متکلم کے کوئی احاطہ ان علوم کا بطور حقیقت کے نہیں کر سکتا۔

(۴) ابن عباس نے کہا ہے کہ اگر رسی اونٹ کے پاؤں باندھنے کی کھو جاوے تو میں اس کو کتاب اللہ میں پا لوں گا۔

نوٹ:۔ اس کے بعد علامہ قنوجی نے اپنی مبسوط تقریر

سے انواع علوم قرآن، علوم دینیہ، اصول و فروع، حساب فرائض، احکام شرعیہ کا اثبات کیا اصطلاحات صوفیہ تات کے لئے تمام صنائع و فنون کا ثبوت نکالا اور آخر میں لکھا۔

۵) غرض کہ جب کوئی شخص قرآن شریف میں جتنا زیادہ غور کرتا ہے تو اتنا ہی اس بات کو جان لیتا ہے کہ اللہ پاک کی کتاب پاک ہر شے پر مشتمل خواہ بطریق دلالت نص ہو یا بطور اشارت نص، یہ ہے انواع علوم سو کوئی باب و مسئلہ کسی علم کا ایسا نہیں ہے جس کی کچھ اصل و بنیاد قرآن شریف میں نہ ہو ضرور قرآن میں کوئی نہ کوئی دلالت اس باب یا مسئلے پر ہوتی ہے۔ اگر ہم نے اس کو نہ پایا تو یہ ہمارے علم و فہم کا قصور ہے، نہ کتاب اللہ کا قصور۔

(ترجمان القرآن نواب قنوجی کی عبارت ختم ہوئی)

اس عبارت سے پوری طرح ظاہر ہو گیا کہ قرآن تمام علوم بلکہ اولین و آخرین کے علوم کا جامع و حامل ہے، واللہ تعالےٰ اعلم۔

بعض علماء نے اسی معنی یعنی قرء سے مشتق ہونے کو ترجیح دی ہے، فقیر غفرلہ القدیر نے بھی اب سے پہلے اسی قول کو احسن ہونا بہتر کہا تھا۔ اور جامد ہونے کا قول امام اہلسنت حضرت شافعی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اس لئے کچھ تعجب نہیں کہ کسی وقت اس قول کی ترجیح کی طرف میلان ہو جائے۔ اس حال میں بھی یہ تمام معانی قرآن میں موجود ہیں اور اسم علم جامع تمام صفات کا ہوتا ہے جیسا کہ اسم اللہ مستجمع تمام صفات کا ہے ہذا ما عندی واللہ تعالےٰ اعلم۔

(باقی آئندہ)

✵

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں (ایڈیٹر)

اشتیاق روضۂ اقدس

حضرت مولانا نور محمد نور خالدی جماعتی

مجمع عشاق ہو شاہ ہو گدا ہو میں نہ ہوں
حاضر دربار اک خلق خدا ہو میں نہ ہوں
کیوں طلب کرتے نہیں کیا باعث خفگی حضور
کتنا بد قسمت ہوں، تم جلوہ نما ہو میں نہ ہوں
شومئ تقدیر ہے محروم ہوں انوار سے
جلوہ فرما ماں میرا ماہ لقا ہو میں نہ ہوں!
ہوں میں برباد تمنا حسرتیں پامال ہیں،
تیری بزم ناز ہو تو دلربا ہو میں نہ ہوں
در بدر مارا پھیر دل کب تک یہ مجبوری رہے
تیرا در ہو اور تو جلوہ نما ہو میں نہ ہوں
آستان ناز پر سجدہ کناں ہوں قدسیاں
خلد کی نزہت ہو جنت کی فضا ہو میں نہ ہوں
میں تصور میں نثار گنبد خضریٰ رہوں،
روضۂ پر نور پر یہ دل فدا ہو میں نہ ہوں
دید کے طالب تھے سب وہ اور ہیں میں اور ہوں
رونمائی کے لئے تو رونما ہو میں نہ ہوں
یہ تمنا ہے کہ آقا آستانے سے تیرے
روح بھی میری میرے تن سے جدا ہو میں نہ ہوں
روضۂ اقدس پہ پڑھتے رہتے ہیں نعتیں میری
حیف ہے دربار میں چرچا میرا ہو میں نہ ہوں
محفل نوری میں اے نور خدا حاضر ہو نور
یہ تو ناممکن ہے جلوؤں کی فضا ہو میں نہ ہوں

ازل سے تا ابد بے خزاں نظر آیا
مدینے والے کا وہ گلستاں نظر آیا
تو ایک نازشِ کون و مکاں نظر آیا
تو اک پیمبرِ پیغمبراں نظر آیا
تو اک انیسِ غمِ فرشیاں نظر آیا
تو اک رفیقِ دلِ عرشیاں نظر آیا
تمہارا نقشِ کفِ پا وہاں نظر آیا
فرازِ عرش جہاں آسماں نظر آیا
حریمِ ناز سے نکلے فرازِ عرش گئے
نشانِ پا نہ سرِ کہکشاں نظر آیا

امین و اُمّی لقب آمنہ کا دُرِّ یتیم
عنایتوں کا یم بے کراں نظر آیا

ورائے عرش جو ہے لامکاں مرے آقا
وہ لامکاں بھی تہہِ ارامکاں نظر آیا
تمہی ہو مملکتِ دو جہان کے حاکم
تمہارے نام کا سکّہ رواں نظر آیا
سفارشی ہوئے محشر میں آپ جن کیلئے
خدا بھی اُن کے لئے مہرباں نظر آیا
قسم حضور کے انوار کی مدینے کا
ہر ایک راستہ جنت نشاں نظر آیا

ادب کو اذنِ حضوری حضور نے بخشا
غلام آج سرِ آستاں نظر آیا،

٭٭٭

روشنی

جناب الحاج شیخ محمود صاحب سیالکوٹی ★

یہ آنکھ اور حُسنِ پیمبر کی روشنی
دیکھو تو آج میرے مقدر کی روشنی
دیکھی ہے ان کے روئے منور کی روشنی
ہے جس کے دم سے آج مرے گھر کی روشنی
اس سے نہ کچھ خطر ہے، نہ اُس سے کوئی امید
رہزن کی تیرگی ہو، کہ رہبر کی روشنی
اے آفتابِ نور، ترے لُطف کے نثار
تجھ سے ہے میرے سینے کے اندر کی روشنی
یارب! یہ التجا ہے کہ پاؤں کبھی تو میں
طیبہ کے آفتابِ منور کی روشنی،
اے خاکِ دشتِ طیبہ! نہ ہے تیرا التفاف
ہاں دیکھ لی جناں نے گُلِ تر کی روشنی

جب بھی لیا ہے نام نبیؐ کریم کا!
محمود بڑھ گئی دلِ مضطر کی روشنی

پیر بھائیوں کا صفحہ

سید الاصفیاء معدنِ کرامت برجِ شرافت حضرت مولانا الحاج خواجہ محمد کرم الٰہی صاحب المعروف ماسٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب بنام اللہ دتا پنوں ہیڈ ماسٹر آہلو لال تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ

سیالکوٹ
۵۹/۱۲/۲۲ بخدمت جناب محترم منشی اللہ دتا صاحب۔

سلام مسنون! اگر کہوں کہ بیمار ہوں، تو شکایت اگر لکھوں کہ صحت ہے، تو جھوٹ، بہرحال زائد از ایک ماہ بخار میں مبتلا ہوں۔ چاہتا تھا کہ کسی کو نہ لکھوں اور صحت ہو جائے مگر مجبوراً کچہری سے رشتہ توڑ دیا ہے۔ کل دنیوی علائق سے قطع تعلق کرتا ہوں۔ کب تک آسمان کی چکی میں پستا رہوں گا۔ اگر آپ کو فرصت ہو، تو تکلیف فرما کر کسی دن زیارت کروا دیں۔ ورنہ اللہ بس، باقی ہوس، وہ حی قیوم قائم بالذات ہے، اور اس سے ساری دنیا قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نور ہے جو درویش کے دل کو بطفیل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم منور کرتا ہے۔ میں ایک بیکس گنہگار انسان ہوں، اگر ہو سکے تو مجھے دعاؤں میں یاد فرما لیا کریں۔ مایوس ہوں، باغِ عالم سے امید کی ٹہنی ٹوٹ گئی ہے۔ جس شاخ پر آشیانہ تھا، وہ شاخ ہی جڑ سے ٹوٹ گئی ہے۔ آپ کو خداوند تعالےٰ دین و دنیا میں ممتاز کرے۔ اور خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پابندی میں قائم و مضبوط رکھے (آمین ثم آمین)

(محمد کرم الٰہی)

محترم مکرم ماسٹر محمد کرم الٰہی صاحب بی اے، ایل ایل بی۔ ایڈووکیٹ و جنرل سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ پاک و ہند کی ذاتِ گرامی سے کون شخص ہے، جو واقفیت نہیں رکھتا، آپ حضرت قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، عالم اجل، فاضل بے بدل، شہنشاہِ اصفیا، مجدد مائۃ حاضرہ قبلہ عالم الحاج حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چہیتے غلام اور خلیفۂ مجاز تھے، اس مسکین کے نام جو انہوں نے خط تحریر فرمایا ہے۔ اس سے آپ کی ولایت و نور باطنی واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ آپ نے اپنی وفات سے تین روز قبل ہی اپنے دنیاوی تعلقات کو منقطع کر کے اظہر من الشمس کر دیا ہے کہ اولیائے کرام کو تمام حالات سے آگاہی ہوتی ہے مگر بحکم خداوندی اس کو چھپائے رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کے دوست ہیں اور بحکم قرآن پاک ان پر نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ کوئی حزن بلکہ ان کے لئے دنیا و آخرت کی بشارت اور اجر عظیم ہے، اور فرمان ہے، یہ لوگ ساری ساری رات قیام اور سجود میں قرب الی اللہ حاصل کرنے کے لئے گزار دیتے ہیں۔ اور تمام راتیں سجدہ میں گڑگڑا کر عجز و انکسار کا اظہار کرتے رہتے ہیں پھر ان لوگوں کو قرب حاصل کیوں نہ ہو۔ رات میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزارتے جس میں یادِ الٰہی سے غافل ہوں۔

بلکہ جو دم غافل سو دم کافر سمجھ کر شب و روز یادِ الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ اور اپنی دماغی قوت کو اس درجہ تک مضبوط کرتے ہیں کہ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید ان پر نمایاں اور آشکارہ ہو جاتا ہے۔ اور رب تعالیٰ کی عبادت میں اس طرح محو و منہمک ہوتے ہیں کہ گویا اس کو دیکھ کر عبادت کرتے ہیں۔ حصولِ قرب کے لئے اس سُرعت و برق رفتاری کے ساتھ کوشاں رہتے ہیں کہ اس حدیث شریف کے مظہر بن جاتے ہیں کہ بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے۔ تو میں اس کی طرف دو بالشت اور اگر وہ ایک ذراع تو میں دو ذراع، یہاں تک کہ میں اس کی سمع، آنکھ، زبان وغیرہ بن جاتا ہوں کیوں نہ ہو جب کہ آپ کو رب تعالیٰ نے ایسا پیر کامل عطا فرمایا ہو، جو "پل میں کرے نہال" اور آپ نے پچاس برس ان کی خدمت میں گزارے ہوں۔ وکونوا مع الصّادقین پر عمل کر کے دکھایا ہو۔ حضرت بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کیا ہی خوب فرماتے ہیں۔ آدھی سے بھی آدھی کھلی آدھی کا بھی آدھ؛ بھیکا سنگت سادھ کی کاٹے کوٹ اپرادھ؛

ان لوگوں کو اس خط سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے جو لوگ اولاً تو اولیائے کرام کا ہی انکار کرتے ہیں اور ثانیاً، ان کے علم اور عرفان سے قطعی طور پر بے بہرہ ہیں بلکہ مانتے ہی نہیں۔ نہ ماننے والوں کی اپنی کور باطنی ہے

ؔ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

بیکانیر، انڈیا میں چہلم شریف

۱۸- نومبر کو قبلہ سجادہ نشین کے چہلم والے اندر غریب خانہ پر محفل منعقد ہوئی۔ قریب قریب یارانِ طریقت تشریف لائے۔ دیگر صاحبانِ عقیدت مند مرد اور عورتیں بھی تشریف لائیں کافی مجمع ہو گیا۔ مولانا صاحب فخرالدین جی کو وعظ کے لئے مدعو کیا گیا تھا اور عمدہ نعتیں پڑھنے والی پارٹی قاری حافظ شاد کو بلایا گیا، بہت عمدہ قرآن شریف کی تلاوت ہوئی اور نعتیں پڑھی گئیں۔ مولانا صاحب نے بہت عمدہ وعظ اسی موقعہ کے متعلق بیان فرمایا، سامعین بہت محظوظ ہوئے قریباً ۲ بجے محفل ختم کی گئی۔ اور فاتحہ و سلام پر اختتام ہوا۔ حضور کا تصرف تھا کہ محفل پر نور برس رہا تھا کیوں نہ برسے نوریوں کے دن کی محفل تھی۔

یارانِ طریقت نے اپنے اپنے گھر پر سبکی دعوت کر کے لوگوں کو کھانا کھلایا محفل میں شیرینی مٹھائی گھر پر بنوا کر تقسیم کی گئی تھی، جس کا ثواب بھی روحِ پاک کو پہنچایا گیا۔

(خادم عمرالدین شیدا وکیل بیکانیر (بھارت) محلہ سقان متصل مدینہ مسجد ۱۳۲ خریدار)

جلسے کے موقعہ پر علی پور شریف میں میں حضرت سید میر جعفر علی شاہ صاحب کلانوری کے ساتھ شمال والے کمرہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ حضور قبلۂ عالم تشریف لے آئے ہم نے چارپائی بچھا دی، حضور لیٹ گئے ایک لڑکا نعت سنانے لگا وہ کچھ غلط پڑھتا تھا حضور اس کو درست کر کے پڑھاتے رہے، اس کے بعد میں نے اپنے استاد نثار احمد صاحب وکیل کی ایک نعت جو ذیل میں درج ہے شروع کی حضور بہت خوش ہوئے اور چارپائی سے اٹھ کر بیٹھ گئے مجھے دو، دو تین تین مرتبہ ایک ایک شعر کو پڑھوایا، بعد ازاں حضور مغرب کی نماز پڑھنے کے لئے بابِ رحمت میں تشریف لے گئے اور ماسٹر محمد کرم الٰہی صاحب و دیگر خلفاء و شعراء کو بلوا کر مجھے پھر بلایا اور فرمایا کہ وہ نعت سناؤ میں نے پھر وہی نعت شروع کی آپ بہت خوش

ہوئے اور مجھے ایک روپیہ چاندی کا انعام فرمایا جو میرے پاس اب بھی موجود ہے۔ نعت حسب ذیل ہے :-

• نعت •

وہ نہ مرنے میں رہے اور نہ جینے میں رہے
مرنے جینے کے لئے جو نہ مدینے میں رہے

داغِ عشقِ نبوی دل کے نگینے میں رہے
یہ بھڑکتا ہوا شعلہ مرے سینے میں رہے

پاسِ آدابِ محبت کے قرینے میں رہے
ٹیس بھی دل میں رہے درد بھی سینے میں رہے

وہ اُدھر ہو بھی گیا حشر کا قصہ پورا
ہم ابھی کوثر و تسنیم کے پینے میں رہے

جس کو مرنا ہو وہ مر کر سوئے جنت جائے
جس کو ہو جینے کی خواہش وہ مدینے میں رہے

زائرو، بہرِ خدا یہ تو بتا دو ہم کو
باغِ جنت میں رہے تم کہ مدینے میں رہے

تم نے سرکار کا یہ حکم سنا ہے کہ نہیں
جس کے دل میں ہو مدینہ وہ مدینے میں رہے

مجھ کو چھپا جائے ندامت دمِ پرسش یارب
دامنِ تر مرا خجلت کے پسینے میں رہے

دولتِ عشق رہا کرتی ہے اجڑے دل میں
یہ خزینے میں رہے اور نہ دفینے میں رہے

نہ ہُوا کوچ تہی دستیٔ قسمت سے نثار
ہاتھ ملتے ہوئے خالی کے مہینے میں رہے

• والسّلام •

اخبار

آستانہ عالیہ علی پور شریف

ہر طرح خیریت ہے عالی جناب شمس الملت سجادہ نشین ثانی مدظلہ العالی حیدر آباد دکن میں رونق افروز ہیں۔ علامہ زماں مولانا الحاج پیر سید اختر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی و معین الملت مولانا الحاج پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی و دیگر صاجزادگان ذی شان علی پور شریف میں ہی رونق افروز ہیں۔ دالبتہ وقت حضرت قبلہ بوجی صاحبہ کی طبیعت ایک عرصہ سے ناساز ہے اور کمزوری دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ جملہ یارانِ طریقت دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت عطا فرمائیں۔ (آمین)

رمضان شریف میں

مسجد نور میں جناب صاجزادہ مولانا سید افضل حسین شاہ صاحب قرآن مجید سنایا اور مسجد میں بہت رونق رہی ہے

(رشید احمد کاتب قصور)